بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خُلاصۃُ التّفاسِیر

قرآنِ مُبین مُترجّم

۱ (1)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک مُحرّم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹- بریٹو روڈ- کراچی- فون: ۷۲۳۳۳۵۴)

www.drhasanrizvi.org

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

پارہ الٓمّٓ

بمع آسان اردو ترجمہ و تشریحات

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ

(۲۷۹۔ بریٹو روڈ۔ کراچی۔ فون: ۷۲۳۲۳۵۴)

www.drhasanrizvi.org

باسمہٖ سبحانہٗ

عظیم الشان درس :- ← **قرآنِ حکیم** → از نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۴

کی توصیف میں ——— امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ——— ملاحظہ فرمائیے

یاد رکھو ! یہ قرآن ایسا نصیحت کرنے والا ہے جو فریب نہیں دیتا، اور ایسا ہدایت کرنے والا ہے جو گمراہ نہیں کرتا، اور ایسا بیان کرنے والا ہے، جو جھوٹ نہیں بولتا۔ ——— جو بھی اس قرآن کا ہمنشین ہوا، وہ ہدایت میں اضافہ پاکر اور گمراہی و ضلالت کو کم کرنے کے بعد ہی اس سے الگ ہوا ہے

جان لو ! قرآن (کی تعلیمات) کے بعد کسی لائحۂ عمل کی احتیاج نہیں رہتی، ——— اور نہ کوئی شخص قرآن سے (کچھ سیکھنے سے) پہلے اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے ——— اس سے اپنی بیماریوں کے لیے شفا چاہو ——— اور اپنے مصائب اور پریشانی پر مدد مانگو۔

اِس میں کُفر و نفاق اور ہلاکت و ابدی، و گمراہی جیسے بڑے بڑے مرضوں کی شِفا موجود ہے۔

اِس کے وسیلے سے اللہ جل شانہٗ سے (حاجات) طلب کرو۔ ——— اور اِسے لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ یقیناً بندوں کیلئے اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا اِس جیسا کوئی ذریعہ نہیں ہے،

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ **قرآن** ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مقبول اور ایسا کلام کرنے والا ہے (جس کی ہر بات) تصدیق شدہ ہے۔ قیامت کے دن جس کی شفاعت یہ قرآن کرے گا، اُس کے حق میں مان لی جائے گی، اور ——— اُس دن جس کے عیوب قرآن بیان کریگا تو اُس کے بارے میں بھی اِس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ اُس دن ایک ندا دینے والا پکار کر کہے گا کہ: دیکھو قرآن کی کھیتی بونے والوں کے علاوہ ہر بونے والا اپنی کھیتی اور اپنے اعمال کے نتیجہ میں مبتلا و پریشان ہے۔ لہٰذا تم قرآن کی کھیتی بونے والے اور اس کے پَیرو کار بنو، اور اپنے پروردگار تک پہنچنے کیلئے قرآن کو دلیلِ راہ بناؤ، اور اپنے نفسوں (کو درست کرنے) کے لیے قرآن سے پند و نصیحت چاہو اور اِس کے مقابلہ میں اپنی خواہشوں کو غلط اور فریب خوردہ سمجھو عمل کرو ...

پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ کے مطبوعہ
پارہ الٓمّٓ کا بغور مطالعہ کیا اور
اسے ہر طرح کی اغلاط سے مبرا پایا۔

1-11-1992

www.drhasanrizvi.org

وَحدَہٗ

رُموزِ اوقافِ قرآن

(از : القرآن الحکیم :
(مولانا فرمان علی اعلی اللہ مقامہ)

قرآن مجید کی تلاوت کے لیے رُموزِ اوقاف کا جاننا بیحد ضروری ہے تاکہ صحیح طریقے سے تلاوت کی جاسکے۔ طریقہ مندرجہ ذیل ہے۔

رُموزِ اوقاف	واضح نام	احکام
م	وقفِ لازم	یہاں ضرور ٹھہرنا چاہیئے ورنہ عبارت کا مطلب منشاءِ الٰہی کے خلاف ہوجائے گا۔
ط	وقفِ مطلق	یہاں سے گذرنا نہیں چاہیئے، بلکہ بہتر یہی ہے کہ اِس پر وقف کرکے مابعد سے ابتدا کی جائے
ج	وقفِ جائز	یہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔
ز	وقفِ مُجوّز	یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے، لیکن ٹھہرنا بھی جائز ہے۔
ص	وقفِ مُرخّص	یہاں ملاکر پڑھنا چاہیئے لیکن تھک جانے کی حالت میں ٹھہرنا جائز ہے۔ "ز" کی بہ نسبت "ص" میں وصل (یعنی ملاکر پڑھنے) کو ترجیح ہے۔
ق	قِیلَ علیہ الوقف	کہا گیا ہے کہ یہاں وقف ہے۔ لیکن ملاکر پڑھنا بہتر ہے۔
لا	لا وقف علیہ	یہاں ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیئے، بلکہ اگر بھولے سے ٹھہر جائے تو ماقبل سے دوبارہ ملاکر پڑھنا واجب ہے
قف	قِف علیہ	یہاں ٹھہرنا چاہیئے۔
سکتة	سکتہ	اِس جگہ آواز کو اِس طرح توڑے کہ سانس نہ ٹوٹے۔
وقفه	وقفہ	لمبے سکتہ کی علامت ہے، اِس جگہ ذرا دیر تک آواز کو توڑے رکھے، لیکن سانس نہ ٹوٹے۔ سکتہ وصل سے قریب تر ہوتا ہے اور وقفہ، وقف سے۔
صل	قَد یُوصَل	کبھی ملاکر پڑھا جاتا ہے، لیکن وقف کرنا احسن ہے۔
صلے	الوصل اَولیٰ	یہاں ملاکر پڑھنا بہتر ہے۔
		جہاں ایک سے زیادہ علامتیں ہوں (مثلاً: زصلے وغیرہ) وہاں اوپر کی علامت کا اعتبار ہے۔ اور اگر ایک سے زیادہ علامتیں ایک سیدھ میں ہوں (مثلاً ص ق وغیرہ) تو آخری علامت کا اعتبار ہوگا۔
ع	رکوع	رکوع کی نشانی ہے۔ یہاں رکوع ختم ہوتا ہے۔
○	آیۃ (ۃ)	آیت کی ۃ کو دائرے میں منتقل کیا گیا۔ جو اکثر ختمِ آیت کے بعد بنایا جاتا ہے۔
لا ○		یہ علامت جہاں ہوتی ہے وہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں
∴ ∴	معانقہ یا مراقبہ	معانقہ علامت ہے کہ یہاں دو وقف ہیں۔ ایک کو اختیار کرے۔ اِس کے رمز مختلف ہیں۔ کہیں تین نقطے بنا دیئے جاتے ہیں، کہیں "معًا" بنا دیتے ہیں اور کہیں "معانقہ" و "ج" لکھتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.org

طریقہ و آدابِ قرأت و مخارجِ حروف

قرآنِ کریم کے پڑھنے میں حرفوں کا صحیح طریقہ پر ادا کرنا۔ مثلاً "ض" کی جگہ "ظ" نہ ہو جائے۔ وہ حروف جن کی آواز ملتی جلتی ہے مثلاً ض، ظ، ذ، ز اور س، ص، ث وغیرہ کو عام طور ایک سی آواز سے پڑھا جاتا ہے، جو غلط ہے۔ ان حروف کے فرق کو واضح کرنے کے لیے حسبِ ذیل اختیار کیا جائے۔

حروف کو اُن کے اصل مخارج سے ادا نہ کیا جائے گا تو معنوں میں تبدیلی واقع ہو جائے گی اور اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔ مثلاً: "عَلٰی" کو "ع" کے مخرج سے ادا نہ کیا اور "الف" کے مخرج سے ادا کیا جائے (جیسا عوام میں رائج ہے)، تو وہ عَلٰی کے بجائے "اَلٰی یا اَلَا" بن جائے گا اور معنی میں تبدیلی واقع ہو جائیگی۔ عَلٰی کے معنی "اوپر" اور اَلَا کے معنی خبردار ہو یا آگاہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کی جانی چاہیئے۔ تیزی یا روانی سے تلاوت کرنے میں ایک مفہوم آیت دوسرے مفہوم سے مل کر غلط ہو جاتا ہے۔ مثلاً۔ ایک جملہ یہ ہے کہ: "روکو مت جانے دو" اِس کو روانی سے پڑھا جائے تو مطلب اثبات میں نکلے گا اور اگر ٹھہر کر پڑھا جائے تو مطلب نفی میں نکلے گا۔ قرآن مجید نے خود فرمایا ہے کہ: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو) (سورۃ مزمل)

حروف	(حروف کو کیسے ادا کیا جائے) مخارج حروف
ء ۔ ھ	دونوں حروف کو ابتدا حلق سے
ع ۔ ح	وسطِ حلق سے
غ ۔ خ	انتہاءِ حلق سے
ق	زبان کی جڑ اور اوپر کے تالو سے
ک	ق کے مخرج سے تھوڑا سا ہٹ کر۔ یعنی پہلے
ج۔ش۔ی	زبان کے درمیان اور اوپر کے تالو کے درمیان سے
ض	زبان کے کنارے اور دانتوں کی گڑھ کے قریب سے۔ یعنی تمام کنارے زبان کے لگانے ہیں، بائیں طرف کے اوپر داڑھوں کی جڑ سے یا دائیں طرف سے۔ لیکن بائیں طرف سے آسان ہے۔
ل	زبان کی نوک کے قریب سے اور اوپر کے تالو سے۔
ر	زبان کے سر اور اوپر کے دانتوں کے نیچے سے۔ نون کے مخرج کے بعد
ن	زبان کے سر اور اوپر کے دانتوں کے نیچے سے۔
ط ت	زبان کے سر اور اوپر کے دانتوں کی جڑ سے۔
ظ ز ث	زبان کی نوک اور اگلے دانتوں کے درمیان سے
س ص ذ	زبان کی نوک اور اگلے دانتوں کے درمیان سے
ف	نیچے کے ہونٹ کے اندر اور اوپر کے دانتوں کے کنارے سے
ب م و	ہونٹوں کے درمیان سے
ا	فضاءِ دہن سے۔ یعنی الف دراصل ایک ہوا کی مانند ہے جو اندر سے نکلتی ہے

* (ماخوذ از قرآن الکریم۔ مولانا فرمان علی اعلی اللہ مقامہٗ)

www.drhasanrizvi.org

آیاتٌ ٧ سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ رُكُوعٌ ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿١﴾

اللہ کے نام کی مدد سے (شروع کرتا ہوں) جو سب کو فیض پہنچانے والا بڑا ہی مہربان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ (٢) ہر ایک تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جو تمام کائنات کا پالنے والا ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ (٣) سب کو فیض پہنچانے والا مسلسل بیحد رحم کرنیوالا۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۭ (٤) جزا اور سزا کے دن کا مالک ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۭ (٥) ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ (٦) بتلاتا رہ ہم کو سیدھا راستہ۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۥۙ اُن لوگوں کا راستہ[1] جن پر تُو نے انعام فرمایا۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّاۗلِّيْنَ ۧ (٧) نہ اُن کا (راستہ) جن پر (تیرا) غضب ہے اور نہ اُن کا جو بھٹکے ہوئے ہیں۔

تفسیر اس سورے کے کئی نام ہیں۔ سورۃ فاتحہ، اُمّ الکتاب، سبع مثانی، کافیۃ الوافیہ (یعنی مکمل اساس، جڑ، بنیاد) سورۃ الکنز (یعنی خزانہ)، شفاء الشافیہ، اُمّ القرآن اور فاتحۃ الکتب۔ فاتحہ کے معنی (مزید تفسیر صہ ٢ پر دیکھئے)

[1] (یعنی انبیاء، صدّیقین (صدّیقین یعنی جو قول اور عمل میں سچے ہیں) شہداء اور صالحین۔ (صالحین یعنی نیک بندے)

www.drhasanrizvi.org

سورۂ فاتحہ کی تفسیر

(بقیہ صفہ ۱ سے)

فاتحہ کے معنی ایسی چیز جس سے شروع کیا جائے۔ کیونکہ قرآن مجید کا آغاز اسی سورہ سے ہوتا ہے اِس لیے اِس کو " فَاتِحَۃُ الکِتَاب " کہا جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ سورہ دو مرتبہ نازل ہوا ہے۔ ایک مرتبہ مکہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ میں۔ لیکن حقیقتاً یہ مکی سورہ ہے۔ صرف سورۂ " عَلَق " کی ابتدائی پانچ آیتیں اِس سے پہلے اتری تھیں۔

اِس سورے کے کئی نام ہیں:۔ ★ اُمُّ الکتاب اور اساس۔" یعنی قرآن مجید کی بنیاد "۔

★ الشِّفَاء : یعنی: آنحضرتؐ نے فرمایا کہ " یہ سورہ موت کے علاوہ ہر مرض کے لیے شفا ہے "۔

★ السَّبع : اس سورہ میں کل آیتیں سات ہیں۔ اور سبع کے معنی بھی سات ہیں۔

★ مَثَانِی : یعنی: (۱) یہ سورہ دو مرتبہ نازل ہوا۔ (۲) یہ سورہ ہر نماز میں دو مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔ وغیرہ . . .

★ اَلحَمد : یعنی، اِس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان ہوتی ہے اس لیے اس کو "سورۃ الحمد" کہا جاتا ہے۔

★ الوافیہ : یعنی، پورا۔ کیونکہ ہر نماز میں، سنت ہو یا واجب، اس کا پورا پڑھنا لازم ہے۔

★ کافیہ : یعنی: یہ سورہ سنتی نماز میں تنہا کافی ہوتا ہے اور بعض مواقع پر واجبی نمازوں میں بھی تنہا کافی ہو سکتا ہے۔

★ سورۃ الکنز: یعنی، اس سورہ میں " خزانے " پوشیدہ ہیں

سورۂ فاتحہ کی فضیلت :

۔ " انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا " میں ہے کہ: " حمدِ خدا کی یہ زبردست مناجات سلیس اتنی کہ مزید تشریح سے بے نیاز، اس پر معنویت سے لبریز "۔ (جلد ۱۵ ص ۹۰۳ ۔ اشاعت ۱۱)

امیر المومنین ابو الائمہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اِس سورہ کی فضیلت میں فرمایا ہے کہ: " تمام آسمانی کتابوں کا علم قرآن مجید میں ہے اور پورے قرآن مجید کا علم سورۂ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورہ فاتحہ (سورہ حمد) میں ہے وہ سب کا سب آیۂ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم " میں ہے اور جو کچھ آیۂ " بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم " میں ہے وہ " ب " (باء) بسم اللہ میں ہے، اور جو کچھ " ب " (باء) میں ہے وہ " ب " (باء) کے نیچے کے نقطے میں ہے اور " میں " ب " کے نیچے کا نقطہ ہوں "۔ (ینابیع المودۃ ص ۵۸۵)

(خزینۃ الجواہر ص ۴۳۶)

www.drhasanrizvi.org

"بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" ①

آیت ۱ : - حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" جہنم کی آگ کیلئے "ڈھال" ہے۔" قرآن مجید میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ "عَلَیۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ" (اُس (جہنم) پر اُنیس ۱۹ فرشتے نگراں ہیں۔) ("سورہ مدثر پارہ ۲۹ آیت ۳۰") اور بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے حروف بھی اُنیس ۱۹ ہیں اِس لیے اِس کے پڑھنے سے اِس کا ہر ہر حرف جہنم کی آگ سے نجات دلاتا ہے۔

"حضرت علیؑ ہر سورہ سے پہلے اِس آیت کو ہر نماز میں باوازِ بلند تلاوت فرماتے۔" (تفسیرِ کبیر امام فخرالدین رازی)

یہ آیت اتنی ہی مرتبہ اُتری ہے کہ جتنے سورے اُترے ہیں سوائے سورۂ توبہ کے۔ اور ائمہ اہلِ بیت کے نزدیک یہ آیت ہر سورے کا جزو ہے سوائے سورۂ توبہ کے۔ قاریانِ کوفہ اور امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں۔ (غرائب القرآن نیشاپوری جلد ۱ ص ۲۸)

فوائد : ہر کام کی ابتداء اِس آیت سے کرنے سے (۱) خدا کی تائید و مدد حاصل ہو جاتی ہے۔ (۲) غرور و نخوت کا سر جھکتا ہے۔ (۳) دلوں کی ہمتیں بلند ہوتی ہیں۔ (۴) خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ (۵) خود اعتمادی اور خدا اعتمادی دونوں کو ملاتی ہے۔ (۶) اسی طرح خودی اور بے خودی دونوں کو سمو دیا گیا ہے۔ (۷) خدا سے نیازمندی کا اظہار ہوتا ہے (۸) خداوندِ عالم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

معنی : بسم اللہ کے معنی امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے یہ بتائے ہیں کہ "استعین علیٰ اُمور کلّھا باللّٰہ۔" (یعنی میں اپنے تمام معاملات میں خدا سے مدد طلب کرتا ہوں) (کتاب التوحید شیخ صدوقؒ)

الفاظ کی تشریح : "اللہ" کا لفظ، خدا کا اسمِ ذات ہے جو اُس کے تمام صفات کا جامع ہے۔ اور رحمٰن و رحیم خدا کی اہم ترین صفات ہیں "جو" رحم" سے مشتق ہے۔ اور مبالغہ ہے۔ یعنی وصف کی شدّت اور قوت کو بتاتے ہیں۔ (مجمع البیان)

"رحمٰن" کا اطلاق صرف ذاتِ خدا پر ہوتا ہے اور "رحیم" کا اطلاق غیرِ خدا پر بھی ہو سکتا ہے۔" (امام راغب اصفہانی)

"رحمٰن" بتقاضائے رُبوبیت تمام کائنات سے متعلق ہے، جس میں مومن و کافر میں کوئی فرق نہیں، اور "رحیم" اُس رحمت

www.drhasanrizvi.org

کے اظہار کے لیے ہے جو خاص توجہ اور عنایت سے متعلق ہوتی ہے۔ اِس لیے صرف مومنین سے مخصوص ہے جس کا پورا اظہار آخرت میں ہوگا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "رحمٰن' اسمِ خاص ہے صفتِ عام کے لیے اور "رحیم" اسمِ عام ہے صفتِ خاص کے لیے۔" (مجمع البیان)

★ "گویا" رحمٰن" کے معنی "سب کو فیض پہنچانے والا"۔ اور "رحیم" کے معنی "خاصکر مومنین پر بے حد مسلسل رحم کرنے والا۔" (ملخص از "فصل الخطاب")

★ یہ بات بہت پُر معنی ہے کہ قرآن میں اسمِ ذات "اللہ" کے بعد جو سب سے پہلا اسمِ صفاتی ارشاد ہوا وہ صفتِ رحمانیت کا مظہر ہے۔ لین پول لکھتا ہے۔ "جو لوگ یہ بات برابر بھول جاتے ہیں کہ قرآن میں وصفِ رحمت پر کتنا زور دیا گیا ہے۔ جبکہ مسیحیت کا افتتاحی فقرہ یہ ہے کہ "شروع باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے"۔ یہاں آغاز ہی سے تثلیث کا گورکھ دھندا سامنے آجاتا ہے جس کا سمجھنا سمجھانا عقل کو خیرباد کہے بغیر ممکن ہی نہیں۔"

آیت ۲ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" "حمد":

عربی میں "مدح" اور "حمد" میں فرق ہے۔ "مدح" غیر ذی شعور چیزوں کی بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے: موتیوں کی چمک، سبزہ کی لہک، پانی کی روانی، حسین جوانی، سورج کی درخشانی وغیرہ۔ یہ تعریفیں "مدح" ہیں، "حمد" نہیں کیونکہ "حمد" صرف ایسی ذات ہی کی ہو سکتی ہے جس کے افعال اختیاری ہوں۔ اور شکر کے معنی تعریف کے نہیں بلکہ اس کے معنی "احسان" کا اعتراف' اور "نعمت کی قدر کرنا ہوتا ہے، خواہ قولی ہو یا فعلی ہو۔ اگر یہ اعتراف تعریف کی شکل میں ہو تو کہا جائے گا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ شُكْرًا" یعنی' اُس اللہ کی تعریف کرتا ہوں' اُس کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے[1]۔ یہ کہنا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' اِس لیے درست ہے کہ ہر حُسن' ہر کمال' ہر جمال کا اصل خالق و مالک خدا ہی ہے کسی شاعر کے شعر کی تعریف بھی حقیقتاً خدا ہی کی تعریف ہے' کیونکہ اُس نے ہی شاعر کو یہ صلاحیت عطا فرمائی کہ وہ ایسے حسین شعر کہہ سکا۔ بقول میر انیس: "ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا ؛ جس پھول کو سونگھتا ہوں بُو تیری ہے۔"

---

[1] : نیشاپوری از فصل الخطاب - مولانا علی نقی مرحوم (نقن)

www.drhasanrizvi.org

رَبُّ :

" رَبّ " اسمِ صفت ہے جس کے معنی بتدریج کسی چیز کو اُس کے حال کے مناسب حدِ کمال تک پہنچانا ہے ۔ خالق کی صفت خدا کے سبب وُجود ہونے کو بتاتی ہے اور رب کا لفظ اُس کے سببِ بقا ہونے کو بتاتا ہے ۔ عیسائیوں نے خدا کے لیے ' باپ ' کا لفظ اختیار کیا ' مگر قرآن نے " رب " کا لفظ اختیار کیا جو ہر ہر لمحہ اُس کے فیض و کرم کے جاری و ساری رہنے کا پتہ دے رہا ہے ۔

عَالَمِيْنَ :

" عَالَم " کے معنی میں اللہ کے سوا ہر چیز داخل ہے ۔ جدید تحقیقات کی روشنی میں جتنے سورج اور اُن کے نظام ہیں ' سب عَالَمِیْن میں شامل ہیں ۔ اب بہت سی دُنیاؤں کا تصوّر سمجھنا آسان ہوگیا ہے

* حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا : " خدا نے ہزار ہزار عالَم پیدا کیے ہیں اور ہزار ہزار آدمؑ بھی ۔ " (خصال ۔ شیخ صدوقؒ)
* حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا : " اللہ نے ایک لاکھ آدمؑ پیدا کیے ۔ . . . اور اٹھارہ ہزار عالَم پیدا کیے اور تمہاری دُنیا اُن میں کا ایک عالَم ہے ۔ " (محاجزۃ الاوائل ص۲۳۹ ۔ مصر)
* " یہ ہمارا سورج کروڑ در کروڑ سورجوں میں کا ایک ہے جن میں ہر ایک سورج کا دوسرے سورج سے فاصلہ روشنی کی رفتار سے کئی کئی سال کا ہے ۔ خود کہکشاں اپنے پورے احاطے کے ساتھ کروڑ در کروڑ عالَموں میں ایک ہے جن میں ہر ایک کا طول و عرض ہزار ہزار سال کی مسافت پر ہے ۔ " (رسالہ العلم والحیاۃ)

" رَحْمٰن و رَحِیْم " کی تفسیر گذشتہ صفحات پر تحریر کی جا چکی ہے ۔

آیت ۴ : مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ :

" دین " کے یہاں معنی " بدلہ " کے ہیں ۔ یعنی اعمال کا بدلہ ۔ اچھے عمل کے بدلے کو " جزاء " اور بُرے عمل کے بدلے کو " سزا " کہتے ہیں ۔ جزاء اور سزا کا نظام ' نظامِ رُبوبیت اور رحمانیت کا تقاضا ہے ۔ یہ حکمت اور عدالت کا بھی تقاضا ہے ۔ تاکہ مومنین اور اطاعت کرنے والوں کو خصوصی توجہ عطا ہو سکے ۔ نیکوں اور بُروں کا فرق معلوم (ظاہر) ہو سکے ۔ نیکی کا اچھا بدلہ اور بُرائی کا بُرا بدلہ مل سکے ۔

www.drhasanrizvi.org

دنیا میں بھی خدا ہی مالک ہے مگر یہاں محدود پیمانے پر مخلوق بھی مالکیت کا دعویٰ کر سکتی ہے لیکن قیامت کے دن کوئی دوسرا مالک ہونے کا دعویدار بھی نہ ہوگا، وہاں وہی (خدا) فیصلہ کرنے والا ہوگا۔ اِس لیے کسی قسم کی کوئی زیادتی کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

آیت ۵: "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔"

عبادت کے معنی: اظہارِ انکساری و تذلّل اور حکم ماننے کے ہیں۔ اگر کسی کی تعظیم اِس لیے کی جائے کہ خدا نے حکم دیا ہے تو اُس شخص کی تو وہ تعظیم ہوگی، مگر یہ عبادتِ خدا قرار پائے گی نہ اُس کی عبادت۔

اِس آیت سے ثابت ہوا کہ مدد صرف اللہ ہی سے مانگنی چاہیے کیونکہ وہی حقیقی مددگار ہے لیکن خدا کے بندوں سے یہ سمجھ کر مدد مانگنا کہ یہ خدا ہی کے پیدا کیے ہوئے اسباب ہیں، جائز ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے مدد مانگتے ہیں: "مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ" (کون ہے جو اللہ کی راہ میں میری مدد کرے؟) (آلِ عمران)

پھر خود خداوندِ عالم مومنوں سے مدد کا طالب ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ" (سورہ محمدؐ) یعنی: "اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔" غور طلب مسئلہ ہے کہ جب خود اللہ مومنوں سے مدد کا طالب ہے جبکہ اُسے قطعاً کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم یہ بھی سبب اور ذریعۂ مدد ہے جو ہمارے لیے حجت ہے کہ ہم بھی اللہ کے بندوں سے مدد مانگ سکتے ہیں۔ یعنی جب عام لوگوں یا مومنوں سے اسباب اور سنّتِ خدا سمجھ کر مدد مانگنا جائز ہے تو اولیاء اور اوصیاءِ خدا سے مدد مانگنا تو عین خدا سے مدد مانگنے کے مترادف ہے۔

"غالب ندیمِ دوست سے آتی ہے بوئے دوست ؎ مشغولِ حق ہوں بندگیٔ بو تراب میں"

"صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ "تجھ سے بے نیاز ہو کر ہم کسی کو اپنا مددگار نہیں سمجھتے۔ یعنی جس سے بھی مدد مانگ رہے ہیں اُس کو صرف اور صرف ظاہری سبب سمجھ کر، جس کو خدا ہی نے ایک سبب قرار دیا ہے۔ جسے پیاس لگتی ہے تو وہ چشمے اور پانی سے مدد طلب کرتا ہے مگر پسِ پردہ دل کی گہرائیوں میں ایک حقیقی طاقت

www.drhasanrizvi.org

کا احساس زندہ رہتا ہے کہ اُس نے چشمے اور پانی کو یہ صلاحیت عطا فرمائی کہ وہ پیاس بُجھانے کا سبب قرار پائے۔ اِسی لیے مسلمان پانی پی کر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" کہتا ہے۔ کہ یہ وسائل تو اللہ کے مقرر کردہ ہیں اور اصل مرکزِ اعانت ذاتِ خدا ہے غرض عالمِ اسباب میں اسباب کی نفی خدا کے منصوبے کو رد کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ "جس وقت بندہ یہ آیت نماز میں پڑھتا ہے تو اُس وقت خدا اور بندے کے درمیان جس قدر بھی حجابات ہوتے ہیں وہ سب کے سب درمیان سے اُٹھا دیے جاتے ہیں۔"

اِسی لیے "حمد و ثناء" کے بعد اب وہ مخاطب کے صیغے استعمال کرتا ہے۔ یعنی یہ کہتا ہے کہ: "ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔"

نیز ملاحظہ فرمائیں کہ مسلمان خدا کی بارگاہ میں "میں" نہیں کہتا، بلکہ "ہم" کہتا ہے۔ اس میں تمام عالمِ انسانیت کی نمائندگی بھی ہے اور اپنی انانیت کی نفی بھی۔ اپنی ذات کو قابلِ ذکر تک نہ قرار دیکر انتہائی عجز و انکساری بھی ہے اور خود غرضی کی نفی بھی۔ اور عبادت کے ذکر کے فوراً بعد مدد طلب کرنے کے معنی یہ بھی ہیں کہ ہم تیری عبادت میں بھی تیری توفیق، تیری ہی مدد اور دستگیری کے محتاج ہیں۔ مگر پہلے بندگی کا ذکر کر کے پھر مدد طلب کرنا بتاتا ہے کہ پہلے امکانی کوشش بندہ خود کرے پھر خدا سے طالبِ امداد ہو۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ انسانی افعال مخلوقِ الٰہی نہیں ہیں اور نہ بالکل مطلق العنان ہیں۔ یہ جبر و اختیار کا درمیانی نقطہ ہے۔ نہ جبر ہے، نہ اختیار۔ معاملہ دونوں کے درمیان ہے۔

آیت ۶: "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ"

عربی زبان میں کسی کھڑے ہوتے انسان کو "قُم" کہنے کے معنی "کھڑے رہو" ہوتے ہیں۔ اور کھاتے ہوئے آدمیوں سے "کُلُوْا" کہنے کے معنی "کھاتے رہو" کے ہوتے ہیں۔ اِسی طرح "اِهْدِ" "ہدایت فرما" کے معنی "ہدایت فرماتا رہ" ہوں گے۔ امیر المومنین، بابِ مدینۃ العلم حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: "ہدایت فرما" کے معنی "ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھ۔"

حضرت امام علی الرضا علیہ السلام نے فرمایا: "اِس میں تین باتوں کے لیے دعا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ (۱) خدا کے

www.drhasanrizvi.org

دین کی طرف ہدایت کرنے کی۔ (۲) خدا تک پہنچنے کا ذریعہ عطا کرنے کی۔ (۳) خدا کی ذات اور اُس کی کبریائی کی عظمت کی معرفت میں ترقی دینے کی۔ (تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۲)

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: "اِهْدِنَا" کے معنی "اپنی اُس توفیق کو آئندہ بھی میرے ساتھ باقی رکھنا جس کے سبب سے میں نے آج تک تیری فرمانبرداری کی"۔ یہی وہ توفیق ہے جس کے سبب سے بندہ ہر چیز اور ہر کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ اب بھی راستے پر چلنا خود اُس کا ہی ذاتی عمل ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" سے مراد: (۱) "وہ راستہ جو خدا کی محبت تک لے جانے والا ہے (۲) خدا کی جنت تک پہنچانے والا ہے اور (۳) جو ہم کو ہر اُس بات سے روکنے والا ہے کہ جس کے سبب سے ہم اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کر کے زحمتوں اور مشقتوں میں گرفتار ہوجائیں اور اپنی اپنی رائے پر چل کر ہلاک ہوجائیں۔ (۴) یہ وہ راستہ ہے جو معرفتِ خداوندی تک پہنچانے والا ہے۔ (۵) اس راستے سے مراد وہ امام ہے جس کی اطاعت اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ یعنی امام کی معرفت کا راستہ۔"

حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا: "سیدھے راستے سے مراد (۶) وہ راستہ جو غلو کی حد سے پیچھے ہو اور کمی کے راستے سے بلند ہو۔"

(۷) حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ "الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" سے مراد: "حضرت علیؑ اور اُن کی معرفت ہے۔" (تفسیر علی بن ابراہیم)

حقیقتاً یہ سب کے سب معنی ایک ہی معنی کی مختلف تعبیریں ہیں اور سب کی حقیقت ایک ہی ہے۔ (غرائب القرآن)

(۸) کیونکہ کمال کی انتہا نہیں ہوتی، اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی فرمائش پر دعا مانگی:

"رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا" یعنی: "میرے پالنے والے میرا علم بڑھا دے۔" اس لیے کہ ہر بلند تر منزل صراطِ مستقیم ہی کا ایک درجہ ہے۔ لہٰذا یہ دعا بھی مسلسل ہوگی کہ بلند سے بلند تر منزل کی ہدایت فرماتا رہ۔ تاکہ عبدیت کی اعلیٰ سے اعلیٰ منزل تک یہ سفرِ تکامل جاری و ساری رہے۔

www.drhasanrizvi.org

آیت: "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ •

" اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا؛ نہ اُن کا (راستہ) جن پر (تیرا) غضب ہے اور نہ اُن کا جو بھٹکے ہوئے ہیں

لے : (یعنی انبیاء، صدّیقین (صدّیقین یعنی جو قول و عمل میں سچے ہیں) شہدا اور صالحین (صالحین یعنی نیک بندے)

★ خلاصہ یہ ہے کہ صراطِ مستقیم یعنی "سیدھا راستہ" سے مراد صاحبانِ نعمت تک رسائی، اُن سے محبّت، اُن کی معرفت، قلبی اور عملی وابستگی اور اُن کے طریقۂ زندگی کو اختیار کرنا ہے ۔

محققین نے یہ نتیجہ نکالا کہ: ہدایت کے لیے قرآن کافی نہیں، صاحبانِ نعمت کا دامن پکڑنا (عملی وابستگی) ہی ہدایت ہے۔ اِس لیے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا :"

" میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں (۱) قرآن جو اللہ کی کتاب ہے۔ (۲) میری عترت اہلِ بیت ۔ جب تک تم اِن دونوں سے تمسّک اختیار کیے رہو گے تو میرے بعد ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں کبھی ہرگز ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پلٹ آئیں ۔" (صحیح مسلم شریف)

غرض "نعمت" سے مراد جاہ و مالِ دنیا یا زر، زمین، زن نہیں، نعمت سے مراد وہ ہدایت اور توفیق ہے جو خدا کے اطاعت گذاروں کے شاملِ حال رہی ہے ۔ (معانی الاخبار حدیث از علی ابن ابیطالبؑ)

یہی صاحبانِ نعمت بندے، خدا اور بندے کے درمیان واسطہ ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سورۂ حمد میں عبد و معبود کے درمیان خدا ان بندوں کا ذکر نہ فرماتا۔ اِسی لیے مرشد تھانوی نے لکھا۔ " صراطِ مستقیم میسّر نہیں ہوتا بغیر اس کے کہ پیروی اہلِ صراطِ مستقیم کی کی جائے اور اِس کے لیے محض اوراقِ کتب کافی نہیں ۔" (تفسیر ماجدی)

صاحبانِ نعمت بندے کون ہیں ؟

: خداوندِ عالم ایسے بندوں کی نشاندہی قرآن مجید میں اس طرح فرماتا ہے؛

www.drhasanrizvi.org

" وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ " (سورۃ النساء۔ آیت ۶۹)

"اور جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کریں تو یہ اُن کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام و احسان کیا ہے (۱) انبیاءؑ، (۲) صدیقین (۳) شہداء۔ (۴) صالحین۔"

پھر ہدایت صرف صاحبانِ نعمت تک رسائی ہی کا نام نہیں، ثباتی پہلو کے ساتھ ساتھ سلبی پہلو بھی ضروری ہے یعنی اُن اشخاص اور جماعتوں سے بیزاری اور قطع تعلق بھی ضروری ہے جو صراطِ مستقیم سے دوری کا باعث ہیں۔ انہی صاحبانِ نعمت سے تعلق جوڑے رہنے کو دین کی اصطلاح میں 'تولّا' اور اللہ کے مغضوب اور گمراہ لوگوں سے قطع تعلق کو 'تبرّا' کہتے ہیں۔ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔ "مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ" یعنی "جن پر خدا کا غضب ہوا" سے مراد 'اہلِ بیتِ رسولؐ سے دشمنی کا اظہار کرنے والے ہیں۔ اور "ضَآلِّيْنَ" یعنی۔ گمراہوں سے مراد "وہ شکوک و اوہام میں مبتلا لوگ ہیں جو معرفتِ امام نہیں رکھتے۔" (تفسیر علی بن ابراہیم)

★ بعض روایات میں "مغضوب علیہم" سے مراد، یہودی اور "ضآلّین" گمراہوں سے مراد، نصرانی بھی ہیں۔

غرض صاحبانِ نعمت چار قسم کے لوگ ہیں۔ (۱) "نبیّین" جو خدا کے پیغام لانے والے اور اُس کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔ خدا اپنے علم کی بنا پر اُن کا انتخاب فرماتا ہے۔ (۲) "صدیقین" جو قول و عمل کے سچے اور کھرے ہیں۔ ہمیشہ ہر بات سچ اور ہر کام سچائی و خلوصِ دل سے انجام دیتے ہیں۔ اُن کے سید و سردار حضرت علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں، جنھوں نے کبھی غیر اللہ کے سامنے سر نہ جھکایا اور قول و عمل کے ایسے سچے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

★ "کل میں اُس کو عَلَم دوں گا جو مرد ہوگا، جو خدا اور اُس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا اور اُس کا رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہوں گے۔" (صحیح بخاری شریف) ــــ اور حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

★ "علیؑ کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے۔" یہ حدیث غیر مشروط ہے۔ یعنی علیؑ کا کوئی عمل ایسا نہیں جو خدا کی مرضی کے خلاف ہو۔ اگر ایک قول یا عمل بھی خدا کی مرضی کے خلاف ہوتا تو مطلقاً علیؑ کا ذکر عبادت نہ قرار پا سکتا تھا۔ اسی لیے تو

www.drhasanrizvi.org

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: " اَنَا صِدِّیقُ الاکبر " یعنی " میں صدّیقِ اکبر ہوں "۔

عالم اسلام آج بھی صرف حضرت علی علیہ السلام کو کرّم اللہ وجہہٗ کہتا ہے۔ یعنی " اللہ نے اُن کے چہرے کو غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے محفوظ اور مکرّم رکھا۔" اعلیٰ ترین معنی میں تو صدّیق کے مصداق حضرت علیؑ اور ائمہ معصومین ہیں۔ لیکن ہر وہ شخص جو قول و فعل میں جتنا سچا ہوگا اتنا ہی صدّیق ہوگا۔ کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: " بندہ سچ بولتا رہتا ہے، سچ بولتا رہتا ہے، یہانتک کہ خدا اُس کو صدّیقین میں لکھ دیتا ہے "۔ خاصکر کاروباری معاملات میں سچ بولنے والا یقیناً صدّیق ہے۔ کیونکہ وہ نقصان اُٹھا کر سچ بولتا ہے۔ (۳) تیسرا گروہ " شہداء " کا ہے۔ جو خدا کی راہ میں جان دیکر اپنے خون سے اپنی گواہی کو ثابت کرتے ہیں۔ اس گروہ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو مالی، جسمانی اور دماغی قربانیاں حق کے لیے دیتے ہیں اور (۴) " صالحین " سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال اُن کے بُرے اعمال پر غالب ہوں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ ربّ العزّت ہے: " جس کے نیک عمل (بُرے اعمال پر) بھاری ہوں گے وہ اُس زندگی میں ہوگا جس سے وہ خوش ہوگا۔"

شہداء کے سیّد و سردار امام حسنؑ و امام حسینؑ ہیں کیونکہ اُن کی شہادت گویا رسولؐ کی شہادت ہے اور اُن کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے " جنّت کے جوانوں کے سردار " فرمایا ہے۔ اُن کی بیش بہا قربانیاں عالمین میں آشکار ہیں۔ خدا نے قربانی کا معیار یہ پیش فرمایا ہے: " لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ " (آل عمران آیت ۹۲) یعنی (تم ہرگز ہرگز نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم اُس شے میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو جو تمھیں محبوب ہے۔)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے " اُس میں سے کچھ " نہیں بلکہ " سب کچھ " اللہ کی راہ میں قربان کردیا۔ گویا قرآنی معیار سے بھی اُن کی قربانی بلند تر ثابت ہوئی۔ بقولِ شاعر ؎

؎ اہلِ بیتِ پاک کے ہر سانس کو اے مدّعی ! ٭ ہاں ملا کر دیکھ لے آیاتِ قرآنی کے ساتھ

اور تمام اُمّت کے صالحین کے سیّد و سردار اہلِ بیتِ رسولؐ کے امامؑ ہیں، کیونکہ وہ معصوم ہیں اور منصوص من اللہ ہیں۔ وہ ہر گناہ سے پاک ہیں اُن کی نیکیاں ضرب المثَل ہیں۔ صاحبِ تحفہ " تک نے لکھا ہے: " اگر امام کے معنی سب سے

www.drhasanrizvi.org

آگے ہونے کے ہیں تو اس معنی میں "آلِ محمدؐ" ہی ساری اُمّت کے امام ہیں اس لیے کہ ہر ہر نیکی میں وہ ساری اُمّت سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔"

سورۂ فاتحہ کے نتائج و تعلیمات کا خلاصہ

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا سبب انسان کی تین خصلتیں ہیں۔ (۱) شہوت :۔ اس کی وجہ سے بخل اور حرص پیدا ہوتے ہیں۔ (۲) غضب :۔ اس سے تکبّر اور خود پسندی پیدا ہوتی ہیں۔ (۳) ہوائے نفس :۔ اس سے کفر و بدعت وجود میں آتی ہیں۔ جب انسان سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت یعنی: "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم" کی تلاوت کرتا ہے تو یہ تینوں بدخصلتیں ختم ہو جاتی ہیں۔......پس بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم کے تینوں اسمائے طاہرہ ہر سہ صفاتِ بد، یعنی شہوت، غضب اور ہوائے نفس کے دور کرنے کے کفیل ہیں اور یہی روحانی امراض کی جڑیں ہیں اور تمام بُرے افعال اِنہی کی شاخیں اور نتیجہ ہیں"

(ملخص از تفسیر انوار النجف جلد ۲ صفحہ ۴۴ - ۴۵)

تشکیلِ کردار پر اس کا اثر

(۱) جو شخص خدائے رحمٰن و رحیم کے نام سے کسی کام کو شروع کرتا ہے وہ عملاً اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ "میرا ضمیر پاک ہے، میری نیّت صاف و خالص ہے، میرا مقصد اعلیٰ ہے۔ میں ایک خدا کا سچا پرستار ہوں اور الحاد و شرک سے بیزار ہوں۔

(۲) بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھنے والا ہر طاقت اور ہر سہارے سے قطع نظر کرکے صرف اور صرف خدائے یکتا پر توکّل کرتا ہے اور جو کچھ اُسے عطا ہوتی ہے اُس پر راضی ہو کر شکر ادا کرتا ہے تو شہوت کافور ہو جاتی ہے۔

(۳) رَبُّ العالمین (عالمین کا پالنے والا) مالک کہہ کر خدا کو یاد کرنے والا ساری مخلوق کو اللہ کے حوالے سے دیکھتا ہے اُس کی نگاہ میں ساری مخلوق اللہ کی عیال اور مُربّی بن جاتی ہے اِس لیے وہ خدا دوستی کے ساتھ ساتھ انسان دوستی کا مظہر بن جاتا ہے۔ پھر ایسا انسان، لوگوں کی گروہ بندی، تعصّب، ظلم اور انسان دشمنی سے سخت بیزار ہوتا ہے وہ اِن اختلافات کو صرف اور صرف انسان کی پہچان کا ایک ذریعہ سمجھتا ہے یا اِن کو خدا کی قدرت اور حکمت کی ایک نشانی سمجھتا ہے۔ پھر وہ اپنی کفالت سے زیادہ کا حرص نہ کریگا۔ اور جمع شدہ پر بخل نہ کریگا۔

www.drhasanrizvi.org

(۴) الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : خدا کی سب سے اہم اور غالب صفت "رحمانیت اور رحیمیت" ہے۔ اِس لیے انسان کی بھی سب سے غالب صفت رحم و کرم اور دوسروں پر مہربانی ہونی چاہیے کیونکہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے سے بڑی کوئی عبادت نہیں۔ جب انسان میں جذبۂ خدمت پیدا ہوجاتے گا تو صفتِ "غضب" دور ہوجائے گی۔

(۵) مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ : کہنے سے انسان میں خدا کے قانونِ مکافات کا تصوّر اُجاگر ہوجاتا ہے جس سے اُس میں احساسِ ذمّے داری پیدا ہوتا ہے، پھر وہ زندگی کا ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے کسی پر ظلم یا زیادتی کرنے کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا اور اسطرح اُس کی زندگی بامعنی بن جاتی ہے اُس کا تصوّرِ حیات نہایت وسیع ہوجاتا ہے۔

(۶) اِیَّاكَ نَعْبُدُ : پڑھنے سے تکبّر کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ کیونکہ خدا کی عبدیّت کا اعتراف انسان کی خودی کی بھی نفی کرتا ہے۔ اور اثبات بھی۔ نفی اس لیے کہ اب وہ خود کو مستقل وجود جو ہر چیز سے بے نیاز ہو نہیں سمجھتا اور اثبات اِس لیے کہ خدا کا بندہ و فرمانبردار ہوکر وہ ہر کسی کی غلامی سے آزاد ہوجاتا ہے، پھر اُس میں بلا کی خود اعتمادی خدا اعتمادی، قوّتِ ایمانی پیدا ہوجاتی ہے ؎ "وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ؛؛ ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات"

(۷) وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ : اس کے پڑھنے سے خود پسندی ختم ہوجاتی ہے۔ اور خدا کی مدد طلب کرنے سے انسان میں یہ اعتماد پیدا ہوجاتا ہے کہ کائنات کی سب سے بڑی طاقت اُس کی پُشت پناہ ہے۔ پھر اُس میں اکیلے پن اور بے یار و مددگار ہونے کا احساس ہی باقی نہیں رہتا، وہ لاکھوں تنہائیوں میں بھی خود کو تنہا محسوس نہیں کرتا، یہانتک کہ موت بھی اُس کے لیے آسان ہوجاتی ہے، اِس لیے کہ موت کے وقت بھی وہ خدا کی مدد کے سائے میں ہوتا ہے اور بے خوف ہوتا ہے۔ بقول اقبال :

؎ نشانی مردِ مومن با تو گویم ؛؛ چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست
مرگِ مومن چیست، ہجرت سوئے دوست ؛؛ ترکِ دنیا، اختیارِ کوئے دوست

(۸) "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" : خدا سے سیدھے راستے پر قائم رہنے کی مسلسل ہدایت و قیام کی دعا کرتے رہنے کے ساتھ ساتھ طلبِ حق یعنی خدا کی ہدایتوں کی تلاش میں رہنا ہے اور ہر ہدایت پر عمل کرکے خدا سے اپنے تعلّق کو

www.drhasanrizvi.org

مضبوط سے مضبوط تر کرتا جاتا ہے اور اسی کو سب سے بڑی نعمت سمجھتا ہے اور اس طرح سیرِ تکامل کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے ۔ اور ہوائے نفس" کا خاتمہ ہو جاتا ہے' اپنے دل پسند راستے پر چلنے سے گریز کر کے اللہ سے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے اور علوِ مرتبہ کی دعا کرتا ہے ۔

(۹) "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " کے پڑھنے سے کفر رفع ہو جاتا ہے ۔" سیدھے راستے کی دعا مانگنے کے بعد وہ یہ جان لیتا ہے کہ خدا کی سب سے بڑی نعمت اُس کی ہدایتیں ہیں' اُس کے انبیاء ، اولیاء اور اوصیاء کی رفاقت ہے ۔ اِس طرح اُس کا محبوب یا آئیڈیل پھر نہ تو کوئی آمر' جابر' سرمایہ دار' وزیر' سردار' کھلاڑی' ایکٹر ہوتا ہے بلکہ اُس کے لیے نمونۂ عمل انبیاء ، صدیقین ، شہداء اور صالحین اور ان کی سیرت بن جاتی ہے ، کیونکہ یہی صاحبانِ نعمت ہیں ، اُنہی کی رفاقت کی طلب اُس کی زندگی کا اصل ہدف اور ماحصلِ حیات بن جاتا ہے جو اُن کی محبت اور عملی پیروی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے ۔

اِس طرح اُس کے عمل کی اصلاح کا بہترین سامان فراہم ہو جاتا ہے اور حیاتِ ابدی کے لیے راہِ عمل بھی معین ہو جاتی ہے ۔ پھر اُس کی قدریں مادی نہیں' بلکہ ابدی حقیقتیں اُس کے پیمانے اور قدریں بن جاتی ہیں ۔

پھر کیونکہ وہ اِس ہدایت کو خدا کی دین و عطا سمجھتا ہے ۔ اسی لیے تو وہ خدا سے دعا مانگتا رہتا ہے ، قیام' بقا اور ثابت قدمی کی ، تاکہ اس میں نیکیاں بجا لانے کے بعد غرورِ زہد نہ پیدا ہو سکے ، ہر نیکی کے بعد اس کے اندر احساسِ شکر بڑھ جاتا ہے کہ خدا نے مجھ پر اور زیادہ احسان فرمایا کہ اپنی توفیقات سے نوازا اور اِس طرح میں کارِ خیر انجام دے سکا یا بُرائی سے بچ سکا ' غرورِ زہد تمام نیکیوں کو برباد کر دینے والی زہریلی چیز ہے جس کی سب سے بڑی اور واضح مثال ابلیس (شیطان) ہے ، اور دوسری مثال ہر وہ زاہد ہے جو اپنی نیکیوں پر مغرور ہو ۔ بقولِ اقبال :

؎ غرورِ زُہد نے سمجھا دیا یہ مُلّا کو ⁂ کہ مردِ سادہ پہ اپنی زباں دراز کرے

(۱۰) " غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ " کے پڑھنے سے بدعات کا طریقہ ختم ہو جاتا ہے (ملخص از تفسیر صدرا)

اس میں خدا کے مغضوب اور اس کی راہ سے منحرف گمراہوں سے اجتناب اور قطعِ تعلق کی دعا ، اُس کو ہر بُرائی سے

www.drhasanrizvi.org

بچانے کی ضمانت بن جاتی ہے۔ ہر ظالم و جابر سے نفرت اور ہر اچھے انسان کی محبت میں سرشار ہو جاتا ہے۔ وہ جابروں گمراہوں، بدکاروں اور امیروں سے قطع تعلق کرنے کی جرأت پیدا کر کے اُن کے خلاف اعلانِ جہاد کر سکتا ہے اور انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کے مقصد کو آگے بڑھانے کے لیے اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر سکتا ہے۔ وہ ظلم و جبر کے خلاف از سر تا پا احتجاج بن جاتا ہے اور آخر کار جہاد اور شہادت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سب سے افضل جہاد ظالم و جابر کے سامنے کلمۂ حق ادا کرنا ہے" یہ جرأت، یہ کردار اسی برأت اور ظالمین، مغضوبین اور ضالّین سے نفرت اور تبرّا کرنے ہی سے پیدا ہو سکتی ہے جو سورۂ حمد کی معراج ہے۔

جنّت کے آٹھ دروازوں پر کیا لکھا ہے؟

بحار الانوار جلد ۳ صـ ۲۹۴ پر عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے:

آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے شبِ معراج جنّت کی سیر کرائی گئی تو میں نے دیکھا کہ جنّت کے آٹھ دروازے ہیں اور ہر دروازے پر کلمہ کے بعد چار باتیں تحریر ہیں کہ اُن کے ہر ایک جاننے والے اور اُن پر عمل کرنے والے کیلئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

★ پہلے دروازے پر لکھا ہے: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَّلِيُّ اللّٰهِ" ہر شے کے لیے حیلہ ہوتا ہے اور آرام کی زندگی کے چار حیلے ہیں: (۱) قناعت (۲) بجا خرچ (۳) کینے کا ترک کرنا (۴) نیکوں کی صحبت۔

★ دوسرے دروازے پر تحریر ہے: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَّلِيُّ اللّٰهِ": آخرت کی خوشی کے چار حیلے ہیں (۱) یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنا (۲) بیواؤں پر رحم کرنا (۳) مومنین کی حاجات میں سعی کرنا (۴) فقراء و مساکین کی خبر گیری

★ تیسرے دروازے پر مرقوم ہے: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَّلِيُّ اللّٰهِ": ہر شے کے لیے حیلہ ہوتا ہے اور دنیاوی تندرستی کے چار حیلے ہیں: (۱) کم بولنا۔ (۲) کم سونا۔ (۳) کم چلنا (۴) کم کھانا

★ چوتھے دروازے پر لکھا ہے: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَّلِيُّ اللّٰهِ"۔ جو شخص اللہ اور یوم قیامت پر یقین رکھتا ہے اُس کو چاہیے کہ: مہمان کی عزت کرے۔ ہمسائے کا خیال رکھے۔ والدین کا احترام کرے۔ نیکی کی بات کہے ورنہ چپ رہے

★ پانچویں دروازے پر مکتوب ہے: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰہِ"۔ (۱) جو شخص یہ چاہے کہ کوئی اُس پر ظلم نہ کرے، وہ دوسروں پر ظلم سے اجتناب کرے۔ (۲) جو خود کو گالی دیا جانا پسند نہ کرے، وہ خود بھی کسی کو گالی نہ دے۔ (۳) جو اپنی ذلّت نہ چاہے، وہ کسی دوسرے کو بھی ذلیل نہ کرے۔ (۴) جو دنیا و آخرت میں مضبوط تعلّق سے وابستہ ہونا چاہے وہ اس کلمہ کو پڑھے: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰہِ"۔

★ چھٹے دروازے پر منقوش ہے: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰہِ"۔

(۱) جو قبر میں کشادگی کا متمنّی ہو، وہ مساجد کی بنا کرے۔ (۲) جو قبر میں اپنے جسم کی بوسیدگی نہ چاہے پس وہ (عبادتِ خدا کے لیے) مساجد میں سکونت کرے۔ (۳) جو چاہے کہ قبر میں اُسے کیڑے مکوڑے نہ کھائیں، تو وہ (یادِ خدا کیلئے) مساجد میں بسر کرے۔ (۴) جو جنّت میں اپنا گھر دیکھنا چاہے پس وہ (ذکرِ خدا کے لیے) مساجد میں رہے۔

★ ساتویں دروازے پر درج ہے: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰہِ"

دل کی نورانیّت چار باتوں میں ہے: (۱) بیمار کی مزاج پرسی (۲) مشایعتِ جنازہ (۳) کفن کو خرید کر رکھنا (۴) قرض کا ادا کرنا۔

★ آٹھویں دروازے پر ثبت ہے: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰہِ"

جو شخص جنّت کے ان دروازوں سے گذرنے کا خواہشمند ہو اُس کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر یہ چار خصلتیں پیدا کرے
(۱) سخاوت۔ (۲) خوش خلقی۔ (۳) صدقہ۔ (۴) اللہ کے بندوں کی ایذا رسانی سے پرہیز (الخبر)
(تفسیر انوار النجف جلد ۲ ص۲۲-۲۳)

سورۂ فاتحہ کے بارے میں مختصراً ہدیۂ مومنین کیا جا سکا ہے۔ خداوندِ عالم قبول فرمائے اور ہم سب کو ہدایات پر مسلسل گامزن رہنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔"

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ

مع

مختصر تفسیر

سورۂ بقرہ میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو ملا کر ۲۸۷ آیتیں ہیں جو سب مدنی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص سورۂ بقرہ کی ابتدائی چار آیتیں اور آیۃ الکرسی " خالدون " تک آخری تین آیتوں کی تلاوت کرے گا تو وہ (انشاءاللہ) اپنے جان و مال اور عیال کو محفوظ سمجھے ، شیطان کے وساوس سے بھی محفوظ رہے گا اور قرآن مجید کو نہ بھولے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: " سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران بروزِ محشر اپنے قاری پر سایہ فگن ہوں گی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا ہے تو اُس کے جنت میں داخل ہونے میں صرف اُس کی موت حائل ہوتی ہے۔"

www.drhasanrizvi.org

آیاتٌ ۲۸۶ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ رُکُوْعٌ ۴۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

(★) اللہ کے نام کی مدد سے (شروع کرتا ہوں) جو سب کو فیض پہنچانے والا بڑا ہی مہربان ہے۔

الٓمّٓ ○

(۱) الف۔ لام۔ میم۔[۱]

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○

(۲) یہ (اللہ کی) خاص کتاب، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں، یہ ہدایت ہے اُن بُرائیوں سے بچنے والوں اور فرائضِ الٰہیہ کے ادا کرنے والوں کے لیے۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○

(۳) جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خیرات کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○

(۴) اور جو ایمان رکھتے ہیں اُس پر جو آپؐ پر نازل کیا گیا ہے اور جو کچھ آپؐ سے پہلے نازل کیا گیا تھا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

تفسیر[۱]: ایسے حروف کو حروفِ مقطّعات کہتے ہیں، یہ بہت سے سوروں کے شروع میں آتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ حروف اللہ کے اسمِ اعظم کے حروف ہیں جو ہر اسمِ اعظم سے ایک ایک کرکے جُدا کر لیے گئے ہیں ان میں سے حرف کو ایکدوسرے سے خاص ترکیب سے ملانے کا حق صرف نبیؐ یا امامؑ معصوم کو ہوتا ہے اور جب وہ ان حروف کو ملا کر اُن کے ذریعے سے دُعا کرتا ہے تو وہ دُعا ضرور قبول ہوتی ہے" (تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۳)

★ اگر ان حروف میں سے مکرر حروف کو گرا کر جوڑا جائے تو یہ فقرہ بنے گا: "صراط علي حق نمسكه" یعنی "علیؑ کی راہ حق ہے ہم اس کو اختیار کرتے ہیں"۔ دوسرے یہ کہ ان حروف کی تعداد بھی چودہ ہے (ملا محسن کی تفسیر صافی صفحہ ۲۱) غرض یہ حروف خدا کے اسرار ہیں جن کی حقیقت خدا، اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جانتے ہیں جنکو خدا نے اپنے علمِ خاص سے نوازا ہے۔" تفسیر علی بن ابراہیمؒ میں بھی یہی ہے

www.drhasanrizvi.org

أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنۡ رَّبِّهِمۡ ق وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ○

(۵) یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی ہدایت پر قائم ہیں اور یہی وہ ہیں جو ہر حیثیت سے کامیابی اور بہتری پانے والے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ○

(۶) بلاشبہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا (یعنی ۔ ان حقیقتوں کو ماننے سے انکار کر دیا) اُن کے لیے برابر ہے، خواہ آپؐ انھیں انجام کار سے ڈرائیے یا نہ ڈرائیے، بہرحال وہ تو ماننے والے نہیں۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰى سَمۡعِهِمۡ ط وَعَلٰٓى اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ع ○

(۷) اللہ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے اور اُن کے لیے بہت ہی سخت سزا ہے۔

ع ۱

آیت ۲ : هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ : حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: متقی علیؑ کے شیعہ ہیں ۔ اور وہ لوگ متقی ہیں جو حضرت قائم آلِ محمدؐ کی آمد پر ایمان لائیں اور اس کو حق سمجھیں ۔ اور بعض نسخوں میں ہے کہ جو قیامِ حضرت قائم علیہ السلام کا اقرار کریں ۔

جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا (اس حدیث میں بارہ اماموں کا بھی ذکر فرمایا ہے اور حضرت قائمؑ کا بھی اس میں نام لیا ہے) کہ طوبیٰ ہے اُن لوگوں کے لیے جو اُن کی غیبت میں صبر کریں اور طوبیٰ ہے ان متقین کے لیے جو اُن کی محبت پر ثابت قدم رہیں ۔ خداوندِ عالم نے اپنی کتاب میں انھیں کا ذکر فرمایا ہے کہ اَلَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ پھر ارشاد فرمایا: وہی اللہ کی فوج ہیں اور تحقیق اللہ کی فوج ہی غلبہ حاصل کرنے والی ہے ۔ (تفسیر انوار النجف جلد ۲ صـ ۵۲)

دوسری نشانی متقین کی یہ ہے کہ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ : جو نماز کو ہمیشہ بروقت اور پوری حدود کے ساتھ خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں ۔ کیونکہ اقامت الصلٰوۃ کے تین معانی ہیں ۔ ۱۔ ہمیشہ ادا کرنا ۔ ۲۔ پوری حدود کے ساتھ ادا کرنا ۔ ۳۔ بروقت ادا کرنا (انوار النجف ج ۲ صـ ۵۲)

آیت ۳ : "غَیۡب" یعنی وہ چیزیں جو آنکھوں سے پوشیدہ و چھپی ہوں جیسے: وجودِ خدا، جنّت، جہنّم، قیامت کا دن، حساب کتاب اور امام مہدیؑ جو ہمارے زمانے کے امامؑ ہیں اور غائب ہیں ۔ ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "خدا کا بیان ہماری غیبت (غائب امام) پر ایمان رکھنے والوں کے لیے ہے کیونکہ غیب سے مراد" وہ حجتِ خدا بھی ہے جو غائب ہے" ([illegible] قرآن صـ ۳۴)

www.drhasanrizvi.org

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ (٨)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لا چکے ہیں، حالانکہ وہ مومن ہی نہیں ہیں۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ؕ (٩)

وہ، اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر حقیقت میں وہ خود اپنے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دیتے مگر اُنھیں اِس کا احساس یا سمجھ نہیں۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ (١٠)

اُن کے دلوں میں ایک خاص طرح کی بیماری ہے، جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھا دیا۔ اور جو جھوٹ وہ بولتے ہیں اُس کی وجہ سے اُن کے لیئے دردناک سزا ہے۔

آیت ۷ : خَتَمَ : نشانی یا مہر یا ٹھپہ، کی تفسیر میں حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: خَتَم یعنی نشانی سے مراد وہ نشانی ہے جو خدا نے منکرینِ حق کے دلوں پر لگا دی ہے، اُن کو سزا دینے کے لیئے چھاپے کے طور پر۔ جیسا کہ خدا نے خود فرمایا ہے: "بلکہ اللہ نے اُن کے انکارِ حق کے سبب اُن کے دلوں پر چھاپا لگا دیا ہے پس وہ ایمان نہ لائیں گے لیکن بہت ہی کم۔" (سورۂ نساء آیت ۱۵۵) یہ مُہر یا نشانی پہچان کے لیے ہے جسے اولیاءِ خدا اور ملائکہ اچھی طرح پہچانتے ہیں (بحار الانوار)

اصل میں جب خط کو بند کر دیا جاتا تھا تو اُس پر مُہر لگا دی جاتی تھی تاکہ کوئی دوسرا کھولے تو معلوم ہو جائے۔ مُہر لگانے کے بعد خط کے مضمون میں کوئی چیز بڑھائی گھٹائی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ خط کھولا ہی نہیں جا سکتا تھا اُس لیئے دلوں پر مُہر لگانے کے معنی یہ ہیں کہ اب یہ دل طلبِ حق کی کوئی رمق نہیں رکھتے۔ اس لیے اب اِن میں ایمان کا اضافہ ممکن نہیں۔

آیت ۸ : حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "یہ آیت منافقوں کے بارے میں ہے، جنھوں نے حضورِ اکرمؐ کے سامنے تو اپنا ایمان ظاہر کر دیا مگر جب کفار کے پاس جاتے تو کہتے ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ خدا نے اُن کا مذاق اِس طرح اُڑایا کہ اُن کو اُن کی سرزنش کے عالم میں سرگرداں چھوڑ دیا۔ (تفسیر برہان جلد ۱ ص ۳۲)

آیت ۹ : ابنِ بابویہ قمی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امامؑ نے فرمایا کہ: میرے والدِ بزرگوار سے کسی نے پوچھا کہ قیامت کے دن نجات کس چیز میں ہے؟ میرے پدرِ گرامی نے فرمایا: "نجات اِس میں ہے کہ خدا کو دھوکہ نہ دو۔ کیونکہ جو شخص خدا کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے گا، خدا اُس کو سزا دے گا اور اُس سے ایمان رُخصت ہو جائے گا۔ ایسا شخص اصل میں خود اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہا ہوگا۔" پوچھا گیا کہ خدا کو دھوکہ دینے کی کوشش کس طرح کی جا سکتی ہے؟ فرمایا خدا کے حکم پر اِس طرح عمل کرنا کہ لوگ دیکھیں اور تعریف کریں۔ لہٰذا عبادتوں میں ریاکاری یعنی دکھاوے سے بچتے رہو۔ کیونکہ یہ بھی خدا کے ساتھ شرک کرنا ہے ایسے دکھاوے کرنے والے قیامت کے دن چار ناموں سے پکارے جائیں گے (۱) کافر (۲) فاجر (بدکار) (۳) غادر (دھوکہ باز یا بے وفا) (باقی اگلے صفحے پر دیکھیے)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ○

(۱۱) اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ دُنیا میں خرابیاں نہ پھیلاؤ، تو وہ کہتے ہیں کہ اے! ہم تو صرف اِصلاح کرنے والے ہیں۔

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ○

(۱۲) یاد رہے کہ در حقیقت یہی لوگ خرابیاں پھیلانے والے ہیں۔ لیکن وہ اِس کا شعور نہیں رکھتے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ○

(۱۳) اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ "جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں، اُسی طرح تم بھی ایمان لے آؤ" تو وہ کہتے ہیں کہ: "کیا ہم بے وقوفوں کی طرح سے ایمان قبول کرلیں" یاد رہے کہ در حقیقت یہ خود بے وقوف ہیں۔ مگر وہ یہ بات جانتے نہیں ہیں۔

(بقیہ آیت ۹ گذشتہ) (۴) خاسر (گھاٹا اُٹھانے والے)۔ اُن سے کہا جائے گا "تیرا عمل برباد ہوا، اور تیرا ثواب مٹ گیا، آج تیرے لیے ثواب کا کوئی حصہ نہیں جس کے لیے تو نے عمل کیا تھا اُسی سے اپنا ثواب مانگ۔" (تفسیر صافی ص۲۲، تفسیر میزان جلد ا ص۳۸) غرض خدا کو دھوکہ کون دے سکتا ہے، وہ خود کو دھوکہ دے کر تباہ کرتا ہے، (مجمع البیان) مگر اس دھوکہ دینے کی کوشش کے سبب اُس کی سزا کفار و مشرکین سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ اسی لیے خدا نے فرمایا: "منافقین جہنم کی سب سے نچلی تہوں میں ہوں گے۔" (سورہ نساء ۴) خدا کو دھوکہ یا تو نفاق کے ذریعے سے دینے کی کوشش کی جاتی ہے یا ریاکاری کے ذریعے سے۔ یہ دونوں امراض قلب کے ہیں (تفسیر صافی ص۲۲) اسی لیے فرمایا: "ان کے دلوں میں بیماری ہے" اور دلوں کا علاج (۱) خدا و رسولؐ کی صحیح معرفت ہے۔ یا (۲) خدا سے ملاقات اور آخرت کی زندگی کا استحضار ہے۔ (۳) مادّی فوری فائدوں کی حقیقت اور کم مائیگی کو سمجھنا ہے۔

آیت ۱۰ : اور خدا کا فرمانا کہ "خدا نے اُن کی بیماریوں کو بڑھا دیا" تو یہ خدا کی طرف سے سزا ہے خود اُن لوگوں کے نفاق یا ریاکاری کی۔ اس لیے اس زیادتی کے اصل محرک خود یہی لوگ ہیں، خدا کی جانب سے اِس کی نسبت صرف مجازی ہے۔ جیسا کہ زبور میں ہے کہ خدا نے فرمایا: "بنی اسرائیل نے مجھے نہ چاہا تب میں نے اُن کے دلوں کی سرکشی کے بس میں چھوڑ دیا (زبور۔ ۸۱، ۱۰، ۱۱)" پس خدا نے منہ موڑ کر انھیں چھوڑ دیا (اعمال ۷ : ۴۲) خدا نے اُن کے دلوں کی خواہشوں کے مطابق اُنھیں ناپاکی میں چھوڑ دیا۔" (رومیوں ۱ : ۲۴)

آیت ۱۱ : زمین میں خرابیاں پھیلانے میں وہ بُرے کام داخل ہیں جو دوسروں کو نقصان پہنچائیں (امام رازی) کفر، شرک یا ایسے بُرے کام جو اپنی ذات تک محدود ہوں، فساد میں داخل نہیں۔ البتہ، اگر ان کاموں کے لیے دوسروں کو بھی دعوت دی جانے لگے تو پھر یہ کام فساد میں داخل ہوں گے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝

(۱۴) جب یہ لوگ ایمانداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لا چکے ہیں، اور جب اپنے شیطانوں کے ساتھ اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ حقیقت میں تو ہم تمہارے ساتھی ہیں۔ ہم تو محض مذاق کر رہے ہیں۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

(۱۵) (وہ بھلا کیا مذاق کریں گے، اصل میں تو) خدا اُن سے مذاق کر رہا ہے۔ اور اُن کو ڈھیل دیتا جا رہا ہے، اور یہ اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح بھٹکتے چلے جا رہے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

(۱۶) یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا مگر یہ سودا نہ تو خود اُن کے لئے نفع بخش ثابت ہوا اور نہ اُنھوں نے ہدایت پائی۔

آیت ۱۳ : منافقین کی تعریف : آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "اے علیؑ! تیرے ساتھ نہ محبت کریگا مگر مومن اور تجھ سے نہ بغض رکھے گا مگر منافق" حضرت اُم سلمیٰؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ وغیرہ معترف تھے کہ: "ہم منافق کو حضرت علیؑ کا ذکر کر کے پہچان لیا کرتے تھے"[۱]

آجکل اسی کو سیاست کہتے ہیں کہ دونوں مخالف گروہوں سے اندر ہی اندر ملے رہے تاکہ جس کو غلبہ حاصل ہو اُسی سے نفع حاصل کیا جا سکے اور اسطرح چت بھی اپنی اور پٹ بھی اپنی۔ ایسے لوگ کسی ایک طریقۂ زندگی یا اصول کو اپنانے والوں کو احمق سمجھتے ہیں لیکن حقیقی عقلمندی یہ ہے کہ ابدی اور دائمی زندگی کو وقتی زندگی کے لیئے قربان نہ کیا جائے۔ ایسی سیاست اور منافقت آخرت کی تباہی ہی تباہی ہے۔

آیت ۱۵ : حضرت امام علی رضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ " اللہ اُن کا از خود مذاق نہیں اُڑاتا، بلکہ اُن کے مذاق اُڑانے کی سزا دیتا ہے۔" (روایت شیخ صدوقؒ) " یہ مسخرے کو مسخرے پن کی سزا دیتا ہے۔" (تاج العلماء)

★ " اللہ نے اُن کے مذاق پر یہ سزا دی کہ اُن پر اسلام کا ظاہری حکم تو جاری کر دیا، لیکن آخرت میں کافروں سے بھی زیادہ سخت سزا دی۔ تو اب سوچیئے کہ کون بے وقوف تھا اور کس کا مذاق اُڑا۔" (بلاغی) اللہ ایسے ظالموں کو مہلت دیا کرتا ہے۔ بقول میر انیسؒ

؎ (سچ ہے حرامزادے کی رسی دراز ہے)

آیت ۱۶ : یہ آیت انسان کے اختیار کی اور مجبور نہ ہونے کی بالکل واضح دلیل ہے اور فلاح کے معنی دنیا اور آخرت کی بھرپور ابدی اور حقیقی کامیابی ہے۔

(۱؎ تفسیر انوار النجف جلد ۲ صہ ۲۵-۲۶)

www.drhasanrizvi.org

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ○	(١٧) اُن کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص آگ روشن کرے، اور جب آگ سارے ماحول کو روشن کرے تو اللہ اُن کی (آنکھوں کی) روشنی کو سلب کرے اور اُن کو اندھیروں میں چھوڑ دے، اِس حال میں کہ اب اُنھیں کچھ بھی دکھائی نہ دے۔
صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ○	(١٨) یہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں۔ اب یہ "اپنی گمراہی سے" باز نہیں آسکتے۔
أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ○	(١٩) (یا پھر اُن کی مثال یہ ہے کہ) جیسے آسمان سے زور کی بارش ہو رہی ہو اور اُس کے ساتھ ساتھ اندھیری گھٹا، کڑک اور چمک بھی ہو، اور وہ بجلی کے کڑاکے سُن کر مرنے کے ڈر سے اپنے کانوں میں اُنگلیاں دے لیتے ہوں۔ حالانکہ خدا اُن منکرینِ حق کو ہر طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔

آیت ۱۷: جب حضورِ اکرمؐ نے اعلانِ نبوّت فرمایا تو اُس کی روشنی سے فائدہ اُٹھانا کافرین ومنافقین کے لیے بہت آسان تھا۔ مگر اُنھوں نے حق پر غور ہی نہ کیا اِس لیے اس نور کی چمک اُن کی آنکھوں پر تھوڑی دیر کے لیے تو پڑی مگر غور نہ کرنے اور ضد کرنے کے سبب وہ نور اُن کے سامنے سے غائب ہوگیا۔ (بلاغی)

آیت ۱۸: حضرتِ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے فرمایا کہ: "منکرینِ حق جنھوں نے دنیا میں آنکھ، کان اور زبان سے حق کو نہ تو دیکھا نہ سُنا، نہ مانا" آخرت میں جہنّم کے بھڑکتے ہوئے طبقوں میں پہنچ کر بہرے، گونگے اور اندھے ہوجائیں گے۔ جیساکہ خود خدا نے فرمایا ہے۔ "ہم اُس دن اُنھیں مُنہ کے بل محشور کریں گے اور وہ اُس وقت اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، اُن کی جگہ جہنّم ہوگی، جب بھی جہنّم کی آنچ دھیمی پڑے گی ہم اُن پر اُس کو اور بھڑکا دیں گے۔" (بنی اسرائیل ۹۷) (تفسیر بُرہان جلد ا ص۶۱)

آیت ۱۹: منافقین جب عذاب کی آیتیں سُنتے تو کانوں میں اُنگلیاں ڈال لیتے تھے تاکہ خوف سے اُن کے چہروں کے رنگ نہ بدل جائیں (تفسیر صافی ص۲۳)

www.drhasanrizvi.org

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(۲۰) قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی بصارت ہی کو اُچک لے جائے۔ جب اُنھیں ذرا کچھ روشنی دکھائی دی، تو اُس میں کچھ دور چلنے لگتے ہیں اور جب اُن پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر خدا چاہتا تو ان سے دیکھنے اور سُننے کی طاقتوں ہی کو چھین لیتا۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

(۲۱) اے انسانو! بندگی اختیار کرو اپنے اُس پالنے والے کی جس نے تمھیں اور جو لوگ تم سے پہلے گذرے ہیں، اُن سب کو پیدا کیا، عجب نہیں کہ اسطرح تم اپنے کو (اللہ کے عذاب سے) بچا لے جاؤ۔

الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(۲۲) وہی (خدا) تو ہے جس نے تمھارے لیے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی اور آسمان سے پانی برسایا اور اس طرح اُس نے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمھارے لیے رزق فراہم کیا پس جب تم (یہ سب کچھ) خوب جانتے ہو تو کسی دوسرے کو اللہ کا ہمسر یا مدِ مقابل نہ ٹھہراؤ۔

آیت ۲۱: خدا کا تمام انسانوں کو خطاب کرنا بتاتا ہے کہ عبدیتِ الٰہی کا یہ پیغام تمام عالمِ انسانیت کو دیا جا رہا ہے۔ اور اس عبدیت کا نتیجہ تقویٰ ہوتا ہے۔ یعنی فرائضِ الٰہی کے ادا کرنے کی فکر اور بُرائیوں سے خود کو بچائے رکھنے کا اہتمام۔

حضرت امام زین العابدین ؑ نے فرمایا کہ "خدا نے زمین کو تمھاری طبیعتوں کے مطابق اور جسموں کے موافق بنایا، کہ اُس کو نہ تو بہت زیادہ گرم بنایا کہ تمھیں جلا دے اور نہ بہت زیادہ ٹھنڈا بنایا کہ تمھیں جکڑ دے۔ زیادہ تیز خوشبودار بھی نہ بنایا کہ جس سے تمھارے سروں میں درد ہونے لگے اور نہ بدبودار بنایا کہ جس سے تم کو تکلیف ہو۔ نہ پانی کو اتنا ڈھیلا بنایا کہ تم ڈوب ہی جاؤ (اور تیر نہ سکو۔ دلدل کی طرح) اور نہ اتنا سخت (باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے)

www.drhasanrizvi.org

(۲۳) وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى
عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا
شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ
صٰدِقِيۡنَ ○

(۲۳) اگر تمھیں اِس بات پر شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے
بندے پر اُتاری ہے یہ ہمارا کلام ہے کہ نہیں تو اِس کے
مانند تم ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ ایک اللہ کو چھوڑ کر جس جس کو
چاہو اپنے سارے مددگاروں کو بُلا لو اور اُن کی مدد بھی لے لو،
اگر تم سچے ہو تو (ذرا یہ کام کر کے تو دکھاؤ۔)

(۲۴) فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوۡا
النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ
اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ○

(۲۴) لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور یقیناً ایسا ہرگز نہ کر سکو گے،
تو پھر ڈرو اور بچنے کا سامان کرو اُس آگ سے جس کا ایندھن
انسان اور پتھر بنیں گے اور جو منکرینِ حق کیلئے تیار کی گئی ہے

(۲۵) وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا
الۡاَنۡهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوۡا مِنۡهَا مِنۡ ثَمَرَةٍ
رِّزۡقًا ۙ قَالُوۡا هٰذَا الَّذِىۡ رُزِقۡنَا مِنۡ قَبۡلُ ۙ
وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمۡ فِيۡهَآ اَزۡوَاجٌ
مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ○

(۲۵) جو لوگ (اس کتاب پر) ایمان لائے اور اُنھوں نے نیک کام بھی کیے تو
اُن کیلئے جنت کے گھنے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں
جب اُنھیں اُن باغات کا کوئی پھل کھانے کو ملے گا تو وہ کہیں گے
کہ یہ تو وہی پھل ہیں جو پہلے دنیا میں ہم کو دیئے جاتے تھے۔
کیونکہ اِن باغوں کے پھل دُنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے (نیز)
اُن کیلئے وہاں پاک پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ
رہیں گے۔

(بقیہ آیت ۲۲ گذشتہ) بنایا کہ تم عمارتیں یا قبریں بھی نہ بنا سکو۔ تمھارے سروں پر آسمان کو چھت بنایا جو گرنے یا خراب ہونے سے محفوظ ہے اور اس میں تمھارے فائدے کے لیے آفتاب و مہتاب اور ستاروں کو بھر دیا اور بلندی سے پانی کو برسایا تاکہ پانی اونچے سے اونچے پہاڑوں تک پہنچ جائے اور ٹیلوں، گڑھوں میں پہنچ جائے۔ پھر بارش کی شکل میں ہلکا برسایا، تاکہ تمہاری زمین اچھی طرح سیراب ہو اور تمہاری کھیتیاں خراب نہ ہوں۔ پھر زمین سے وہ چیزیں پیدا کیں جو تمہارا رزق بنیں پس خدا کو مثل بتوں کے قرار نہ دو، جو نہ سمجھتے ہیں نہ کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔" لے

"یاد رہے کہ "سَمَاء" عربی میں بلندی کے رُخ کی ہر شے کو کہتے ہیں۔"

(تفسیرِ برہان جلد ۱۔ صہ ۲۴)
(تفسیرِ انوار القرآن صہ ۲۴۵)

آیت ۲۳ : یہ چیلنج رسولِ خداؐ کی زبانِ مبارک سے نہیں دیا گیا، تاکہ۔ (باقی اگلے صفحے پر دیکھیے)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا
بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَہَا ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّہِمْ ۚ وَاَمَّا
الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ
بِہٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا ۙ وَّیَہْدِیْ
بِہٖ کَثِیْرًا ؕ وَمَا یُضِلُّ بِہٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ۙ

(۲۶) بیشک خدا اس بات سے ہرگز نہیں شرماتا کہ مچھر یا اس سے بھی کسی حقیر تر چیز کی مثال دے۔ پس جو لوگ حق بات کو قبول کرنے والے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ یہ حق ہے جو ان کے پروردگار کی طرف سے آیا ہے۔ اور وہ جو حقیقتوں کو ماننے والے نہیں ہیں، وہ ان (مثالوں) کو سُن کر کہنے لگتے ہیں کہ بھلا اللہ کا ایسی مثال سے کیا مطلب ہوسکتا ہے؟ اسطرح ایسی مثالوں کے ذریعے اللہ بہت سوں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور بہت سوں کو راہِ راست دکھا دیتا ہے۔ اور گمراہی میں چھوڑتا بھی ہے تو (صرف) ایسے ہی بدکاروں کو۔

(بقیہ آیت ۲۳) انانیت کا کوئی پہلو نہ نکلے۔ نیز یہ بھی کہ رسولِ خدا تو صرف واسطہ ہیں، کلام تو خدا کا ہے، پھر عربوں کی حمیت پر کاری ضرب اس طرح بھی لگائی کہ چلو پوری کتاب کا جواب نہ سہی ایک سورہ ہی اس جیسا بنا لاؤ۔ پھر اسمیں بھی طویل سورے کی قید نہیں لگائی، کسی بھی سورے کا جواب لانے کا چیلنج دیا۔ اور خطاب سارے عالم سے کیا گیا ہے۔

آیت ۲۴ : جہنم کی سزا تو نافرمانوں کیلئے ہے۔ مگر کافروں و مشرکوں کی اس سے بڑھ کر توہین کیا ہوگی کہ جن پتھروں کو وہ پوجتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے (امام رازی) ان پتھروں کے خداؤں کے لیے تو ان کا خیال تھا کہ وہ خدا سے ہماری سفارش کریں گے۔ اب وہ سفارشی خود ہی جہنم میں جھونک دیئے جا رہے ہیں تو کافروں کی حالتِ زار کیا ہوگی !

آیت ۲۵ : جنتیوں نے یہ نہ کہا کہ یہ وہی پھل ہیں جو دنیا میں تھے۔ بلکہ کہا کہ "ان سے ملتے جلتے ہیں" یعنی حقیقت اور لطف کے لحاظ سے تو بہت بہترین مگر شکل و صورت اُن کی جیسی ہے۔

آیت ۲۶ : کافر مچھر کی مثال کا مذاق اُڑاتے تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "خدا نے مچھر کی مثال اس لئے دی کہ ہاتھی جیسی بڑی چیز میں جتنے اعضاء ہیں، مچھر کے چھوٹے سے جسم میں وہ تمام اعضاء بھی ہیں اور اُن کے علاوہ دو اعضاء اور بھی ہیں جو ہاتھی میں نہیں (یعنی ہاتھی کے چار پاؤں ہوتے ہیں جبکہ مچھر کے چھ ہوتے ہیں اور چار پر بھی ہوتے ہیں) پھر ہاتھی کے سونڈ میں ایسا سوراخ نہیں ہے جس سے کھانا اُس کے پیٹ تک پہنچ سکے جبکہ مچھر کی سونڈ میں ایسا سوراخ موجود ہے۔ خدا نے مومنین کو اپنی قدرت بتائی کہ وہ ایسی باریک نازک عجیب مخلوق بھی پیدا فرماتا ہے۔" (تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۴۵۔ تفسیر مجمع البیان و تفسیر انوار القرآن و تفسیر صافی صفحہ ۲۵) (جاری ہے)

www.drhasanrizvi.org

(۲۷) الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

جو اللہ سے کیے ہوئے عہد و پیمان یا معاہدہ کو مضبوط باندھ لینے کے بعد بھی توڑ دیتے ہیں۔ اور اللہ نے جن (تعلقات) کے جوڑنے کا حکم دیا ہے اُسے کاٹ دیتے ہیں، اور زمین میں فساد برپا کرتے پھرتے ہیں، حقیقت میں یہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

(۲۸) كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

آخر تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو جبکہ تم بالکل بے جان تھے تو اُسی نے تمھیں زندگی عطا کی، پھر وہی تم کو مار ڈالے گا۔ پھر وہی تمھیں دوبارہ (قیامت میں) زندگی عطا کریگا پھر اُسی کی طرف تمھیں پلٹ کر جانا ہے۔

<u>بقیہ آیت ۲۶ گذشتہ</u> : اور خدا کا یہ فرمانا کہ " يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا " جس کا ترجمہ بعض مفسرین نے یہ کیا ہے کہ "خدا بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے۔" غلط ہے۔ "ضَلال" کے عربی میں کئی معنی ہیں۔ اور "ضائع کرنا" بھی اس کے معنی ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا: " اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ " (پارہ ۲۶ سورۂ محمدؐ آیت ۸ یعنی، اُن کے اعمال ضائع یا برباد کرے گا۔) گمراہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو پہلے مخالفت پر تُلے ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ خود اپنے اختیار سے گمراہی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ (مجمع البیان) اس لیے آخر میں فرمایا: " وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ "، یعنی اور وہ (خدا) گمراہی میں نہیں چھوڑتا مگر بُرے کام کرنے والوں کو۔" اِس معنی نے واضح کردیا کہ گمراہ کرنے کی نسبت اللہ کی طرف پھیرنے سے "عقیدۂ جبر" ثابت نہیں ہوتا۔ (تفسیر کبیر، امام رازی)

<u>آیت ۲۷</u> : یہ معاہدہ یا عہد، عہدِ فطرت ہے جو کہ ہر انسان فطرتاً اپنی عقل و ضمیر کے تقاضے رکھتا ہے۔ جن کے خلاف عمل کرنا خدا سے عہد کو توڑنے کے مترادف ہے۔ (تفسیر مجمع البیان)

پھر اس عہد کی تجدید انبیاء، اور خدا کی کتابوں کی بھرپور دلیلوں سے ہوتی ہے۔ بائبل کا تو نام ہی یہودی و نصرانی اصطلاح میں "پرانا عہد نامہ" اور "نیا عہد نامہ" ہے۔

رشتہ اور تعلق توڑنے سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ کے حقوق نہ ادا کیے تو اللہ سے رشتہ توڑا، اور جب بندوں کے حقوق نہ ادا کیے تو بندوں سے تعلق توڑا۔ (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ (٢٩)
جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ
فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ
بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۠ ع

(٢٩) وہی تو وہ (خدا) ہے جس نے تمہارے فائدے کے لیۓ زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔ پھر اوپر کی طرف توجّہ فرمائی اور سات آسمان درست کیے۔ اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ (٣٠)
فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ
فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ
الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ
وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ
مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(٣٠) اور اُس وقت کا ذرا تصوّر تو کرو کہ جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین پر اپنا ایک جانشین یا نائب مقرّر کروں گا۔ تو انھوں نے عرض کی کہ کیا تو زمین میں ایسا نائب بنائے گا جو زمین میں فساد اور خرابی پھیلائے اور خون خرابہ کرے۔ حالانکہ ہم تو تیری تعریف کے ساتھ تسبیح بھی کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی کو سراہتے رہتے ہیں۔ اس پر خدا نے فرمایا یقین جانو کہ میں جو کچھ جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

آیت ۲۹ : انسان نے خود کو ہر چیز کا محتاج دیکھا تو ہر چیز کے سامنے سر جھکانے لگا۔ ایسے انسان کو بتایا جا رہا ہے کہ یہ سب چیزیں تو پیدا ہی تیرے لیے کی گئی ہیں۔ سر اُس کے سامنے جھکاؤ جس نے یہ سب چیزیں پیدا کر کے تمہارے قبضۂ اختیار میں دیدیں۔

آیت ۳۰ : " اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً "، یہ استمرار دلالت کرتا ہے۔ یعنی : میں ہمیشہ زمین پر خلیفہ مقرّر کیا کروں گا۔ یعنی : زمین کبھی حجّتِ خدا سے خالی نہ رہے گی۔ نیز اِس کا مطلب یہ بھی ہے کہ خدا کے سوا کسی کو خلیفۂ خدا بنانے کا حق نہیں۔ خدا نے اور واضح طور پر اس طرح فرمایا: " پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔ لوگوں کو اختیار نہیں کہ (خدا کے خلیفہ کا) انتخاب کریں۔ (پارہ ۲۰ - قصص) خدا نے فرمایا: " اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔ " (پارہ ۲۳ - ص ع۲) حضرت موسیٰؑ نے خدا سے دعا کی۔ " میرے اہل سے میرا وزیر قرار دے " (پارہ ۱۶ - طٰہٰ ع۲) معلوم ہوا کہ خدا اپنا نائب اور خلیفہ خود مقرّر فرماتا ہے، اُس کے بندوں یا اُمّتِ رسول کو حق نہیں کہ خدا یا رسول کا خلیفہ بنالے۔

خلافت یا جانشینی کے معنی خدا کی صفات کا مظہر ہونا ہے۔ صرف انسانِ کامل ہی خدا کے فیوض کو پوری طرح (باقی اگلے صفحے دیکھیے)

www.drhasanrizvi.org

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (۳۱)

(۳۱) اِس کے بعد اللہ نے آدمؑ کو وہ تمام نام سِکھادیے۔ پھر اُن "اشخاص" (محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ) کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا "اگر تم سچے ہو (کہ تم خلافتِ الٰہیہ کے اہل ہو) تو ذرا اِن (اشخاص) کے نام تو بتاؤ۔؟

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ (۳۲)

(۳۲) اُنھوں نے عرض کی کہ ہر عیب سے پاک تو آپؐ ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اِتنا ہی علم رکھتے ہیں جِتنا آپؐ نے ہم کو عطا فرمایا ہے۔ حقیقت میں آپؐ ہی بڑے جاننے والے اور مصلحتوں کو پہچاننے والے ہیں۔

(بقیہ آیت عـ۳۰ : گزشتہ) حاصل کرکے خدا کا نمائندہ بن کر خدا کی طرف سے کارِ ہدایت انجام دے سکتا ہے۔ اور اس طرح وہ مخلوقات پر خدا کی حجت ہوتا ہے اور خدا کی حجت کو تمام کرتا ہے۔ سب سے پہلے خدا کا خلیفہ نبی ہوتا ہے پھر خدا کا بنایا ہوا نبی کا جانشین ہوتا ہے۔

★ حضرت امام جعفر صادق عؑ سے روایت ہے: "خدا کا خلیفہ تمام زمین پر خدا کی مخلوق کے مقابلے میں خدا کی حجت کے تمام ہونے کا ذریعہ ہوتا ہے" (صافی)

★ وہ اللہ کا جانشین اس لیے ہوتا ہے کہ وہ زمین میں خدا کے احکام کو قائم کرتا ہے اور اس کے مطابق فیصلے جاری کرتا ہے۔ (معالم و ماجدی)

★ "اسی طرح خدا نے ہر پیغمبر کو اپنا خلیفہ بنایا، تاکہ زمین آباد ہو، لوگوں میں نظم و نسق قائم ہو اور اُن کے نفوس کمال کی منزلوں پر فائز ہوں اور خدا کے احکامات لوگوں میں جاری اور نافذ ہوں۔" (بیضاوی) ۔ ● ۔ اگر خلافت کا منصب ملائکہ کی نگاہ میں بہت بلند نہ ہوتا تو وہ مَلک ہوتے ہوئے اس کی آرزو کیوں کرتے؟ رہا ملائکہ کا سوال، تو اسکا جواب قدرت نے اُس وقت دینا مناسب سمجھا شاید اس لئے کہ قدرت کو خلیفہ کے تعیّن کے معاملے میں کسی کی کسی طرح کی شرکت قبول نہ تھی۔ (فصل الخطاب)

آیت عـ۳۱ : خدا کا فرمانا کہ "پھر اِن اشخاص کو پیش کیا" تو "هُمْ" کی ضمیر صاحبانِ عقل افراد کے لیے ہی استعمال ہوتی ہے۔ نیز لفظ "هٰٓؤُلَآءِ" "یہ یعنی" یہ "سے معلوم ہوا کہ صرف اَسماء نہ تھے، بلکہ اَسماء کے مسمّیات بطورِ اشباح سامنے موجود کرکے دکھائے گئے۔ کتنے عالی اشخاص ہوں گے کہ جنکی معرفت معیارِ خلافت قرار پائی۔ ان اَسماء سے مراد "محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ائمہ اہلِ بیتؑ ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "خدا کی قسم! وہ اَسماء ہم ہیں کسی انسان کا کوئی عمل ہماری معرفت کے بغیر قبول نہ ہوگا۔"[۲]

★ عقلاً یہ اسماء تمام چیزوں کے نام نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ وہ چیزیں تو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں۔ یہ صاحبانِ عقل شخصیتوں کے نام تھے جنکے نام سن کر ملائکہ نے تسلیم کرلیا کہ یقیناً ایسے پاک انسان خلافتِ الٰہیہ کے سزاوار ہیں۔

(۱ تفسیر المیزان۔ فصل الخطاب۔ البلاغی) ۲ (تفسیر صافی ص۲۷، تفسیر برہان)

www.drhasanrizvi.org

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

(۳۳) (پھر اللہ نے) کہا: اے آدم! تم اِن (فرشتوں) کو اِن (اشخاص) کے نام بتا دو۔ پس جب اُس (آدم) نے اُن کو سب کے نام بتا دیے تو (اللہ نے فرشتوں سے) فرمایا میں تم سے نہ کہتا تھا کہ یقیناً میں آسمانوں اور زمین کی ساری چھپی ہوئی حقیقتوں کو جانتا ہوں اور میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے تھے اور وہ بھی جو تم (دلوں میں) چھپائے ہوئے تھے۔

تفسیر آیت ۳۲ : ۔ آدمؑ اور ملائکہ کا اصل امتحان یہ تھا کہ ملائکہ اور آدمؑ کو ان اشخاص کے نام تو معلوم تھے۔ اب خدا نے ان اشخاص کو ملائکہ اور آدمؑ کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ اِن اشخاص اور ان کے ناموں کو دیکھ کر یہ بتاؤ کہ کونسا نام کس شخص کا ہے۔ یعنی مُسمّیات اور اَسماء کی تطبیق کرو۔ یہ حافظہ کا امتحان نہیں تھا، بلکہ ذہانت کا امتحان تھا جس سے آدمؑ، ملائکہ سے افضل ثابت ہوئے۔" (البلاغی۔ ملخص حدیث از امام جعفر صادق علیہ السلام)

اگر بتائی ہوئی چیزوں کے صرف نام بتانے کا سوال ہوتا تو مَلَک ہرگز اعتراف نہ کرتے کیونکہ فرشتے بھولا نہیں کرتے۔ مگر یہاں تو ذہانت اور تطبیقِ اسماء کا سوال تھا۔ یعنی۔ نتیجے نکالنا اور تحقیق کرنا۔ اِس سے مَلَک عاجز ہوئے اور کہا: "بس ہمیں تو اتنا ہی علم ہے جتنا کہ آپ نے ہم کو بتا دیا ہے۔" ہم اُس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتے۔ پھر خدا پر اعتراض بھی نہ کیا، بلکہ کہا: "تو" حکیم "ہے۔ یعنی تیرا ہمیں یہ صلاحیت نہ دینا حکمت پر مبنی ہے اور بالکل ٹھیک ہے۔

تفسیر آیت ۳۳ : " آدمؑ نے اسماء کو دیکھا، پھر جن کے نام تھے اُن کو دیکھا۔ مناسبتوں کا لحاظ کیا اور غور و فکر سے کام لیا۔ بالآخر یہ بتا دیا کہ یہ نام اِن کا ہے اور وہ نام اُن کا ہے۔" اِس پر ملائکہ نے مان لیا کہ آدمؑ کی صلاحیتیں ہم سے اعلیٰ اور برتر ہیں اور اسی موقع پر خدا نے اُن کو یاد دلایا کہ دیکھو! میں نہ کہتا تھا کہ "! جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔" یعنی، اب تو تم سمجھ گئے کہ میں نے تمہیں چھوڑ کر آدمؑ کو خلیفہ کیوں منتخب کیا۔ (تفسیر فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۳۴) اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو اُن سب نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے اِنکار کیا اور اُس نے تکبّر کیا اور وہ تو حقیقت میں کافروں (منکروں) میں سے تھا۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (۳۵) پھر ہم نے آدمؑ سے کہا کہ تم اور تمھاری بیوی دونوں جنّت میں رہو اور یہاں جیسا تمھارا دل چاہے مزے اور بے فکری کے ساتھ جو چاہو کھاؤ، مگر اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم حد سے آگے بڑھ جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

تفسیر آیت ۳۴: "یہاں سجدے سے مراد پیشانی جھکانا ہے۔" (قولِ امام جعفر صادق علیہ السلام از تفسیر مجمع البیان)

یہ لفظیں بھی یہی بتاتی ہیں۔ کیونکہ سجدہ کی اضافت "لام" سے کی گئی ہے (لِاٰدَمَ) جو سجدہ کا پتہ دیتی ہے۔ اگر قبلہ بنایا جاتا تو اِلیٰ آنا چاہیئے تھا۔ یہ طریقہ تعظیم پہلے ممنوع نہ تھا لیکن اب کسی غیر اللہ کی اس طرح سے سر جھکا کر تعظیم کرنے کی ممانعت ہے

(جامع البیان للطبری۔ نیشاپوری)

★ شیطان ایک مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کیا گیا ہے، ذی شعور و ذی حیات ہے، سوچتا سمجھتا ہے، شیاطین ہم کو دیکھتے ہیں مگر ہم اُن کو نہیں دیکھ سکتے۔ شیطان کی اولاد ہوتی ہے۔ پہلے جنّات کے ساتھ یہ زمین پر تھا مگر جب زمین کو جنّات سے پاک کیا گیا تو اِس کو اِس کے ذاتی کردار اور عبادت کی وجہ سے جنّوں سے الگ کر کے ملائکہ کی جماعت میں پہنچا دیا گیا تھا۔ مگر اس میں تکبّر پیدا ہوا اور انجام کار تباہ و برباد ہوا۔ (فصل الخطاب)

تفسیر آیت ۳۵: حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا: "حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا سے کوئی گناہ منافیٔ عصمت نہیں ہوا۔ خدا نے اِن کو درخت کے قریب جانے سے روکا تھا۔ یہ نہیں فرمایا تھا کہ اُس درخت کی جنس کی کوئی چیز نہ کھانا۔ آدمؑ و حوّا اُس درخت کے قریب ہرگز نہیں گئے۔ البتہ شیطان کے دھوکے اور قسم کھانے کی وجہ سے اُسی جنس کے ایک درخت سے کچھ کھایا۔ لہٰذا کوئی گناہ نہیں کیا

(تفسیر صافی ص۱۹ بحوالہ عیون الاخبار الرضا)

★ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: "جنّت سے یہاں مراد دنیا کا ایک باغ تھا جس میں سورج، چاند طلوع ہوتے تھے۔" لیکن ممکن ہے کہ دنیا سے مراد کوئی اور سیارہ ہو جہاں چاند اور سورج طلوع ہوتے ہوں۔ (البلاغی) (تفسیر جاری ہے اگلے صفحے پر دیکھیے)

www.drhasanrizvi.org

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○

(۳۶) آخر کار شیطان نے اُن دونوں کا قدم پھسلا کر انھیں اس حالت سے کہ جس میں وہ تھے نکلوا کر ہی چھوڑا۔ تو ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب یہاں سے اُتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اور تمھیں ایک خاص وقت تک زمین پر (امتحاناً) ٹھہرنا ہے۔ اور وہیں تمھیں فائدہ اُٹھانے کا ایک وقت اور موقع ہوگا۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○

(۳۷) اِس کے بعد آدم نے اپنے پالنے والے سے کچھ کلمات سیکھ لیے (اور توبہ کی) تو خدا نے اُن کی توبہ قبول کر لی۔ کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا، بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

بقیہ تفسیر آیت ۳۵: ۔ مگر وہاں محنت اور مشقت نہ تھی، اور خدا کا خاص درخت سے روکنا صرف ایک ناصحانہ مشورہ تھا جس کے نہ ماننے سے کچھ منطقی نتائج اور نقصانات لازمی تھے۔ جیسے ڈاکٹر مریض سے کچھ چیزوں کو کھانے سے منع کر دے۔ اب اگر وہ نہ مانے گا تو لازمی طور پر کچھ تکالیف میں مبتلا ہوگا۔ اسی لیے خدا نے آدمؑ سے پہلے کہا تھا "دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ (درخت کے پاس جانا) تم دونوں کو بہشت سے نکالنے کا باعث ہو جائے جس کی وجہ سے تم مشقت میں گرفتار ہو جاؤ۔ یہاں تو تمھارے لیے یہ ہے کہ تم بھوکے بھی نہیں ہوتے اور برہنہ بھی نہیں ہوتے، پیاس بھی نہیں لگتی اور دھوپ کی تکلیف بھی نہیں اُٹھانی پڑتی۔"

اور "ظلم" کے معنی قرآن نے بتائے "اللہ کی مقرر کردہ حدود سے قدم بڑھانے والے ظالمین ہیں،" مگر دیکھنا ہوگا کہ "حد" بطور واجب کے لازم کی گئی ہے یا بطور ارشاد، ہدایت یا نصیحت کے۔ اگر یہ "حد" بطور واجب ہوگی تو اُس سے تجاوز کرنا گناہ ہوگا جو عصمت کے منافی ہے لیکن آدمؑ کے لیے یہ حد بطور نصیحت کے تھی اس لئے نہ گناہ ہوا نہ عصمت کی نفی ہوتی۔ یہ ترکِ اولیٰ تھا۔ یعنی بہتر کام کا ترک کرنا یعنی راحت و آرام کو چھوڑ کر تکلیف میں مبتلا ہونا۔ (نیشاپوری۔ بلاغی۔ فصل الخطاب)

حضرت آدمؑ کے عمل کا منطقی ضرر یہ ہوا کہ اُن کو اس جنت سے نکلنا پڑا۔ اگر یہ گناہ ہوتا تو خدا اپنی ناراضگی کو بیان فرماتا۔ اور خود قدم پھسلانے کا لفظ بتا رہا ہے کہ آدمؑ کا عمل کوئی خدا کی مخالفت کے ارادے سے نہ تھا۔ اس لئے خدا نے اپنی ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا، بلکہ یہ فرمایا کہ آدمؑ جس آرام گاہ میں تھے وہاں سے نکال دیے گئے۔ اسی نقصان سے بچانے کیلئے یہ نصیحت کی گئی تھی کہ "اس درخت کے قریب جانا۔"

تفسیر آیت ۳۷: حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "حضورِ اکرمؐ نے فرمایا:" وہ کلمات یہ تھے "اَللّٰھُمَّ بِجَاہِ مُحَمَّدٍ وَّعَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَالطَّيِّبِيْنَ مِنْ اٰلِهِمْ" یعنی اے اللہ! محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ حسینؑ اور اُن کی طیب آلؑ

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں) ←

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(۳۸) (پھر) ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اُتر جاؤ۔ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمھارے پاس پہنچے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی، اُن کے لیے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ انھیں کوئی رنج پہنچے گا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

(۳۹) اور جو اِس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے، اور ہماری نشانیوں کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں، جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

بقیہ تفسیر آیت ۳۷ گذشتہ :۔ کے واسطے سے میری رجوع قبول فرما۔" (تفسیر صافی ص ۲۹ بحوالہ کافی۔ و درِ منثور امام سیوطی ج۱ ص ۶۱ سطر ۱)

★ حضرت آدمؑ کی بے چینی اُس ترکِ اولیٰ پر بھی اتنی شدید تھی اور خدا کی عظمت کا اتنا احساس تھا کہ بے حد روئے۔ یہ ذوقِ عبدیّت کی بلندی تھی کہ دل ہی دل میں اپنے اِس عمل پر آدمؑ کڑھتے تڑپتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کی مہربانیوں نے ہاتھ تھاما۔ حضرت آدمؑ کو خود توبہ کا طریقہ سکھایا۔ آدمؑ کو ایک مرتبۂ بلند سے پیچھے رہ جانے کا شدید احساس ہوا، جس نے توبہ کا عزم دیا۔ اور یہ توبہ صرف حضرت آدمؑ نے کی، حوّاؑ نے نہ کی۔ اگر آدمؑ کا فعل، فعلِ حرام ہوتا تو جناب حوّاؑ کو بھی توبہ کے الفاظ سکھائے جاتے۔ معلوم ہوا کہ یہ عمل فعلِ حرام نہ تھا۔ صرف حضرت آدمؑ کے اعلیٰ مرتبے کے مناسب نہ تھا، اس لیے آدمؑ ہی کو توبہ سکھانے کی ضرورت ہوئی۔

تفسیر آیت ۳۸ : قبولِ توبہ کے بعد آدمؑ کو زمین پر اُترنے کا حکم دینا، بتاتا ہے کہ آدمؑ و حوّاؑ کا زمین پر آنا بطورِ سزا نہ تھا۔ ورنہ توبہ کے قبول ہونے کے بعد سزا کا کیا سوال؟ یہ تو درخت کے قریب جانے کا منطقی نتیجہ تھا۔ آدمؑ کو اِس زمین کے لیے ہی پیدا کیا گیا تھا۔ شروع دن سے فرمایا تھا: "اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً" یعنی "میں زمین پر ایک خلیفہ (جانشین) قرار دینے والا ہوں۔" درخت سے کھا لینا زمین پر اُترنے کا فوری سبب قرار پایا۔ ورنہ بعد میں زمین پر تو آنا ہی تھا۔ کیونکہ یہی آدمؑ کی غرضِ تخلیق تھا۔ اور خدا کا یہ فرمانا کہ "ان کو کوئی خوف و رنج نہ ہوگا۔" اس کا تعلق دنیا سے نہیں۔ اسکا تعلق آخرت سے ہے۔ دنیا میں تو صاحبانِ ایمان کا امتحان خوف و رنج سے لیا ہی جاتا ہے۔

www.drhasanrizvi.org

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ○

(۴۰) اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمت تو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی (اس لئے)۔ میرے ساتھ جو تمہارا معاہدہ ہے اُسے پورا کرو، (تاکہ) میں اپنا وہ معاہدہ پورا کروں جو میں نے تم سے کیا تھا۔ اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ (یعنی میرے قانونِ مکافات سے)۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ○

(۴۱) اور میں نے جو کچھ بھیجا ہے اُس پر ایمان لاؤ۔ یہ (قرآن) اُس کی تائید کرتا ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے تم ہی اُس کے منکر نہ بنو۔ اور میری آیتوں کو ذرا سی قیمت پر نہ بیچ ڈالو۔ ورنہ پھر مجھ سے بچاؤ کی فکر کرلو۔

تفسیر آیت ۴۰: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جبکہ خداوندِ عالم نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ "تم مجھ سے دعاء مانگو میں قبول کروں گا۔" مگر ہم دعاء مانگتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتیں۔؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے خدا سے جو عہد کیے ہیں تم اُن کو پورا نہیں کرتے، حالانکہ خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا ہے۔" اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ " یعنی: تم میرا عہد پورا کرو، میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔" (تفسیر صافی)

حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرتِ اسحاقؑ ہوئے۔ اور حضرت اسحاقؑ کے بیٹے جناب یعقوبؑ ہوئے جو اسرائیل کہلائے۔ عبرانی زبان میں "اِیل" اللہ کو کہتے ہیں اور "اسرار" کے معنی قوّت کے ہوتے ہیں۔ اس طرح "اسرائیل" کے معنی "اللہ کی قوّت" خدا نے بنی اسرائیل کو پیغمبری کی نعمت بھی دی اور حکومت و بادشاہت کی نعمت بھی دی۔ (سورۂ مائدہ ۲)

تفسیر آیت ۴۱: یہ آیت یہودی علماء کے لیے خاص طور پر اُتری ہے۔ وہ لوگوں سے غلّہ و مال وصول کرکے اُن آیتوں کو چھپا دیتے تھے جن میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صفات اور نشانیاں بیان کی گئی تھیں۔ اُن کو خوف تھا کہ اگر لوگ حضورِ اکرمؐ کو مان لیں گے تو ہماری آمدنی بند ہوجائیگی۔ قلیل یعنی کم قیمت اس لئے فرمایا کہ خدا کی آیتوں کی قیمت میں اگر ساری کائنات کو بھی لگا دیا جائے تو کم ہی قرار پائے گی۔

(تفسیر صافی ص۳۰، تفسیر مجمع البیان، کشّاف)

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

(۴۲) اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔ اور نہ حق کو جانتے بوجھتے چھپانے کی کوشش کرو۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○

(۴۳) اور نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور جو لوگ میرے سامنے جھک رہے ہیں اُن کے ساتھ تم بھی جھک جاؤ۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

(۴۴) تم دوسروں کو تو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم اللہ کی کتاب پڑھتے رہتے ہو، کیا تم عقل سے بالکل ہی کام نہیں لیتے؟

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○ۙ

(۴۵) اور صبر اور نماز سے مدد لو۔ بیشک نماز ایک مشکل کام ہے، مگر اُن فرماں برداروں کے لیے نہیں جو عظمتِ خداوندی سے متاثر ہو کر جھک جانے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۴۲: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "اگر باطل حق کی ملاوٹ سے صاف ہو تو حق کے طلبگاروں پر باطل پوشیدہ نہ رہے اور اگر حق باطل سے بالکل الگ ہو تو دشمنوں کی زبانیں اُس پر نکتہ چینی سے بند ہو جائیں۔ لیکن ہوتا یہی ہے کہ ایک مٹھی حق کی لی جاتی ہے اور ایک مٹھی باطل کی، اور پھر ملا کر سامنے لایا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان اپنے دوستوں پر قابو پالیتا ہے۔" (نہج البلاغہ)

حقیقت یہ ہے کہ ہر مذہب کے عوام تو سادہ مزاج ہوتے ہیں اور علماء گرفتارِ اغراض ہوتے ہیں۔ عوام تو اَن جانے میں باطل کو اختیار کر لیتے ہیں مگر علماء حقیقت سے واقف ہوتے ہیں مگر اپنے مفادات اور چودھراہٹ کو بچانے کے لیے حق کو چھپاتے ہیں۔ بقول اقبال:

دینِ مرداں، فکر و تدبیر و جہاد ✤ دینِ مُلّا، فی سبیل اللہ فساد

تفسیر آیت ۴۳: یہاں زکوٰۃ سے مراد فطرہ ہے۔ کیونکہ جس وقت یہ آیت اُتری تھی مسلمانوں کے پاس زکوٰۃ دینے کیلئے کچھ بھی نہ تھا۔
(بروایت حضرت امام موسیٰ کاظمؑ از تفسیر صافی ص۲ بحوالہ کافی)

★ فقہاء نے اس بحث سے نتیجہ نکالا کہ نمازِ جماعت کی اُس رکعت میں شامل ہونے کا آخری موقع رکوع ہے۔

تفسیر آیت ۴۵: مومن کا ایک سہارا اُس کے قلب کی اندرونی قوت، برداشت کی قوت ہے جس کو صبر کہا گیا ہے اور دوسرا سہارا بیرونی قوت ہے جو پردۂ غیب میں ہے جس سے مدد لینے کا طریقہ نماز کو بتایا گیا ہے کیونکہ صبر کی قوت کو روزے سے تقویت دی گئی ہے اسلئے صبر سے مراد "روزہ" بھی لیا گیا ہے (تفسیر صافی) صبر کے ذریعہ انسان میں استقلال اور ثباتِ قدم پیدا ہونا اور نماز کے ذریعہ رجوع الی اللہ اور خدا کیطرف سے توفیقات کا حاصل ہونا۔ یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے۔

www.drhasanrizvi.org

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ع

(۴۶) جو یہ سمجھتے ہیں کہ آخر کار اُنھیں اپنے پروردگار کا سامنا کرنا ہے اور اُنھیں اُسی کیطرف پلٹ کر جانا ہے۔

ع ۵ رکوع ۵

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ○

(۴۷) اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمت تو یاد کرو جس سے میں نے تم کو نوازا تھا اور اِس بات کو (بھی یاد کرو کہ) میں نے تمھیں دنیا کی ساری قوموں سے زیادہ عطا کیا تھا۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ○

(۴۸) اور اُس دن سے بچنے کا سامان کرو جب نہ کوئی دوسرے کو کوئی فائدہ ہی پہنچا سکے گا اور نہ کسی کی سفارش قُبول کی جائے گی اور نہ کسی کو فدیہ لے کر چھوڑا جائیگا اور نہ اُن (مجرموں) کو کہیں سے بھی کوئی مدد مل سکے گی۔

تفسیر آیت ۴۷ : ان نعمتوں سے مراد "نبوّت"، مَن وسلوٰی، پتّھر سے پانی کا نکلنا، دریائے نیل میں راستے کا بننا، دشمنوں سے نجات، دشمنوں کا دریا میں ڈبو دینا وغیرہ وغیرہ اور یہاں "فضیلت" سے مراد "دولت کی فراوانی ہے۔ مرتبہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ (فصل الخطاب)

* اور "فضل" سے مراد قرآن میں دولت کو بھی لیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا: "فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ ..." الخ یعنی "تو جنھیں زیادہ رزق دیا گیا وہ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ اُس کو پلٹا دیں اُن کی طرف جو (غلام) اُن کی ملکیت میں ہیں۔" (سُورۂ نحل ۱۶ آیت ۷۱) عالمین پر فضیلت دی کا مطلب کثرت سے مال و دولت عطا کیا۔ اور یاد کرو۔ کہہ کر بتا دیا کہ "یہ ماضی کا ذکر ہے۔"

تفسیر آیت ۴۸ : تفسیر بُرہان میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ یہاں جس دن سے ڈرایا گیا ہے اُس سے مراد "موت کا دن ہے"۔ کیونکہ موت سے نہ کوئی دوسرے کی مدد کر سکتا ہے اور نہ سفارش کا مقام ہے اور نہ فدیہ دیکر اس کو روکا جا سکتا ہے۔ اس دن سے قیامت مراد نہیں ہے کیونکہ اُس دن تو ہم اپنے شیعوں کی مدد کریں گے اعراف پر حضرت محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور انکی طاہر اولاد موجود ہونگے۔ محشر میں جب مومنین پر سختی دیکھیں گے تو ہر زمانے کے نیک اور اخیار شیعوں کو اُن کی نجات کیلئے روانہ کریں گے جو گنہگار شیعوں کو جھپٹ کر اُٹھا کر جنّت میں داخل کریں گے۔

(بحوالہ تفسیر انوار النجف جلد ۲ صفحہ ۱۰۴)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ○

(۴۹) اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تم کو فرعونیوں کی غلامی سے نجات دی جو تمھیں سخت تکلیفیں دیتے تھے تمھارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے۔ اور تمھاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ اور اُس میں تمھارے پروردگار کیطرف سے تمھاری بڑی آزمائش تھی۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○

(۵۰) اور یاد کرو جب ہم نے دریا کو پھاڑ کر تمھارے لیے راستہ بنایا اور اِس طرح تمھیں اُن سے چھٹکارا دلایا اور پھر وہیں فرعونیوں کو تمھاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔

تفسیر آیت ۴۹ : فراعنہ کی نسل قوم عاد سے لیکر حضرت موسیٰ کے زمانے کے فرعون (جس کا نام ولید تھا) پر ختم ہوئی۔
(تفسیر بیضاوی صـ۲ مطبوعہ لاہور)

مختصر قصّہ یہ ہے کہ فرعونِ مصر نے خواب میں دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے آگ کا ایک شعلہ بھڑکا جس نے مصر تک کے تمام گھر جلا دیے لیکن بنی اسرائیل کے گھر بالکل محفوظ رہے۔ نجومیوں نے یہ تعبیر بتائی کہ بنی اسرائیل کے گھروں میں سے کسی گھر میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو فرعون کی سلطنت کو تباہ و برباد کرے گا۔ فرعون کو جب اس تعبیر کا علم ہوا تو اُس نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اس کو ذبح (قتل) کر دیا جائے۔ مگر خداوندِ عالم نے حضرت موسیٰؑ کو بنی اسرائیل میں پیدا کرکے خود ان کی حفاظت کی اور فرعون کے گھر میں پہنچا کر اُس کے ذریعے ہی حضرت موسیٰؑ کی پرورش کروائی۔

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ خداوندِ عالم، ظالم کو صرف مہلت اور اختیار دیتا ہے۔ اس لیے ظالم اپنے ظلم کا خود ذمہ دار ہوتا ہے اور خدا کا ظالموں کو مسلّط کرنا کبھی بطور سزا اور کبھی بطور امتحان ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل پر خدا نے ظالم فرعون کو بطور امتحان مسلّط کیا تھا۔

تفسیر آیت ۵۰ : جب فرعون کے ظلم حد سے بڑھے تو خدا نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کی معیت میں مصر سے نکلنے حکم دیا۔ وہ لینے آبائی وطن شام و فلسطین روانہ ہوگئے۔ فرعون لشکرِ جرار لیکر پیچھے آیا۔ یہ لوگ رات کی تاریکی کی وجہ سے راستہ بھول کر دریا کے کنارے آگئے۔ حضرت موسیٰؑ نے خدا کے حکم سے دریا پر عصا مارا تو دریا پھٹ گیا۔ حضرت موسیٰؑ تمام بنی اسرائیل کو لیکر دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ فرعون نے جو دریا کو پھٹا ہوا دیکھا تو مع اپنی تمام فوج کے دریا میں گھس گیا۔ جب درمیانِ دریا پہنچا تو قدرتِ خدا سے پھٹا ہوا پانی مل گیا اور فرعون مع اپنی فوج کے غرق ہوگیا (تفسیر صافی صـ۳۱)

★ اب یہ کہنا کہ دریا کیسے الگ ہو کر مل گیا؟ تو جو خدا دریا و سمندر کو پیدا کرسکتا ہے جو کہیں زیادہ حیرتناک ہے وہ اسکو جدا بھی کر سکتا ہے اور ملا بھی سکتا ہے۔ علاوہ ازیں بحری زلزلوں سے بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○

(۵۱) اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کے لیے چالیس راتوں کی میعاد مقرر کی۔ مگر تم اُن کے پیچھے (ایک بچھڑے کو اپنا معبود بنا بیٹھے۔ اُس وقت تم نے بڑی زیادتی کی تھی۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

(۵۲) مگر اُس پر بھی ہم نے تمھیں معاف کر دیا۔ کہ شاید اب تم شکرگزار بن جاؤ۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

(۵۳) اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فرقان (حق و باطل کی تمیز) عطا کی تاکہ تم ہدایت پا سکو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○

(۵۴) اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ "تم نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر اپنے اوپر بڑی زیادتی کی ہے۔ لہٰذا تم لوگ اپنے خالق سے توبہ کرو، اس طرح کہ اپنے آدمیوں کو خود قتل کرو، اسی میں تمھارے خالق کے نزدیک تمھاری بہتری ہے۔" اُس وقت تمھارے خالق نے تمھاری توبہ قبول کر لی۔ بیشک وہ بڑا ہی معاف کرنے والا اور بڑا ہی رحم فرمانے والا ہے۔

تفسیر آیت ۵۱ : (فرعون سے) آزادی ملنے کے بعد خدا نے بنی اسرائیل کو ایک مکمل نظامِ زندگی شریعت کی شکل میں دینا چاہا۔ اس لیے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا گیا کہ تیس (۳۰) دن کوہِ طُور پر عبادت اور دعا میں صَرف کریں۔ پھر دس (۱۰) دن اور بڑھا دیے گئے۔ اِس تبدیلی کو اصطلاحِ شریعت میں "بَدا" کہتے ہیں۔ یعنی "کسی مصلحت کے سبب کوئی تبدیلی واقع ہونا"۔ اگرچہ اس تبدیلی کا وقوع علمِ خدا میں پہلے ہی سے ہوتا ہے۔ یہاں مصلحت یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی قوم کا امتحان لے لیا جائے۔

تفسیر آیت ۵۴ : جو لوگ شرک سے تو الگ رہے مگر برائی کو دیکھتے رہے اُن کو یہ سزا دی گئی کہ ان کا جو عزیز شرک کا مرتکب ہوا ہے اس کو اپنے ہاتھوں سے قتل کریں۔ (تفسیر صافی صہ ۳۲۔ بلاغی)

★ روایاتِ اہلِ بیت میں ہے کہ بارہ ہزار آدمیوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی تھی اور چھ لاکھ نے کی تھی۔ ستّر ہزار آدمی جب قتل کر دیے گئے تو باقی مشرکوں نے محمدؐ و آلِ محمدؑ کا واسطہ دیا۔ اللہ نے بقایا مشرکوں کی دعا قبول کر لی تو وہ قتل سے بچ گئے۔ (تفسیر انوار النجف جلد ۲ صہ ۱۰۹)

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○

(۵۵) اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تم نے موسیٰ سے کہا تھا کہ ہم تو تمھاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ جبتک کہ اللہ کو اپنی آنکھوں سے ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں۔ اِس پر تمھارے دیکھتے دیکھتے ایک زبردست بجلی نے تمھیں آن پکڑا۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

(۵۶) پھر تمھارے مرنے کے بعد ہم نے تمھیں دوبارہ زندہ کردیا، تاکہ اب تو تم شکر گذار بن جاؤ۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○

(۵۷) اور ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا 'مَنّ و سلویٰ' (تازہ پرندوں کا گوشت و حلوا) تم پر اُتارا تاکہ تم اُن پاک چیزوں کو کھاؤ جو ہم نے تمھیں بخشی ہیں۔ مگر انھوں نے اِس (ناشکری) سے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا، بلکہ وہ حقیقت میں برابر خود اپنے ہی اوپر ستم ڈھاتے رہے۔

تفسیر آیت ۵۵ : خدا کے جلال و غضب کا مظاہرہ یہ بتا رہا ہے کہ خدا کو دیکھنے کا مطالبہ خدا کی عظمت اور شان کے کس قدر خلاف تھا۔ ثابت ہوا کہ خدا کو دیکھنا محال ہے۔ عظمتِ خدا کے منافی ہے۔ تو خدا کو نہ تو دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے، نہ آخرت میں کیونکہ قیامت کے آنے سے خدا کی عظمت میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ اگر آخرت میں خدا کا دیدار ممکن ہوتا تو خدا جواب میں یہ فرماتا کہ "ابھی صبر کرو جنّت میں دیدار ہو جائے گا۔

حقیقت میں کسی چیز کو دیکھنا اُسی وقت ممکن ہے جب وہ کسی سمت میں مقیّد ہو، زمان و مکان میں مقیّد ہو۔ جسم رکھتا ہو۔ اور خدا ان تمام باتوں سے بلند اور منزّا ہے۔

تفسیر آیت ۵۶ : معلوم ہوا کہ وہ عذاب تباہ کرنے والا عذاب نہ تھا بلکہ عذابِ تنبیہ تھا۔ جیسے، بیماری، بلائیں وغیرہ

تفسیر آیت ۵۷ : اہلِ لغت نے لکھا ہے کہ "مَنّ" ایک میٹھی چیز تھی اور شبنم کی طرح درختوں پر گرتی تھی اور بہت لذیذ تھی۔ اور "سلویٰ" بٹیر کی شکل کا ایک چھوٹا سا پرندہ تھا۔

www.drhasanrizvi.org

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ○

(۵۸) پھر یاد کرو جب ہم نے کہا تھا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور یہاں خوب مزے سے کھاؤ پیو، مگر بستی کے دروازے سے سجدہ (شکر) کرتے ہوئے جانا (تاکہ تکبر اور نافرمانی نہ کرنے لگو) اور کہتے جانا "گناہوں کی توبہ" تو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور اچھے کام کرنے والوں کو بہت زیادہ عطا کریں گے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ ع

(۵۹) مگر ان ظالموں نے اس بات کے بجائے جو انہیں بتائی گئی تھی ایک دوسری بات بدل کر کہدی۔ تو ہم نے بھی آخرکار ظلم کرنے والوں پر آسمان سے عذاب نازل کیا۔ اس لئے کہ وہ برابر نافرمانی ہی کرتے رہتے تھے۔

ع ۶ ۱۲ ۶

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○

(۶۰) اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کیلئے پانی کی دعا مانگی تو ہم نے کہا کہ آپ اپنا عصا چٹان پر مار دیں۔ فوراً اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ اسطرح کہ ہر قبیلے نے یہ تک جان لیا کہ کونسی جگہ اس کے پانی لینے کی ہے۔ (تو ہم نے ہدایت کی کہ) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ پیو اور زمین پر فساد (خرابیاں) نہ پھیلاتے پھرو۔

تفسیر آیت ۵۸: "حِطَّة" کے معنی گرانے کے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ "اے خدا! ہمارے گناہوں کا بوجھ گرا دے، معاف کر دے"۔ بنی اسرائیل نے حِطّہ کہنے کے بجائے "حِنطہ" یعنی گندم، کہا۔ (یہ اُن کی فطرت تھی کہ حکم کچھ تھا، کہا کچھ)

تفسیر آیت ۵۹: معلوم ہوا کہ وہ گناہوں کی معافی کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے، پیٹ بھرنا اُن کا اصل مقصد تھا۔ پھر خدا کا یہ فرمانا کہ سزا اس لئے دی گئی کہ "وہ برابر نافرمانی کرتے رہتے تھے"۔ ظاہر ہوا کہ اُن کا یہ فعل کوئی وقتی شرارت نہ تھی بلکہ اُن کا طریقہ ہی یہ تھا۔

www.drhasanrizvi.org

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى
طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ
لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا
وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۭ
قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى
بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ۭ اِهْبِطُوْا مِصْرًا
فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ وَضُرِبَتْ
عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۤ وَبَاۗءُوْ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ
يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ
بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۧ ع

(٦١) اور یاد کرو جب تم نے کہا۔ اے موسیٰ! ہم ایک ہی
طرح کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ اپنے پروردگار سے
دُعا کرو کہ ہمارے لیے زمین کی پیداوار، ساگ، ترکاریاں،
گیہوں، لہسن، پیاز، دال وغیرہ پیدا کرے (تو موسیٰ
نے) کہا کہ "کیا تم ایک بہتر چیز کے بدلے پست چیزیں
لینا چاہتے ہو؟" اچھا تو پھر کسی شہر میں جا اُترو۔ وہاں
تمھیں جو مانگتے ہو سب کچھ مل جائے گا۔ آخر کار اُن پر
ذلّت اور محتاجی کی مار پڑی[عـ۵]، اور وہ اللہ کے غضب
میں گھر گئے۔ یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ کی نشانیوں کا برابر
انکار کرتے رہتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کر ڈالتے
تھے۔ یہ نتیجہ تھا اُن کی نافرمانیوں، برابر ظلم و ستم
کرنے اور حد سے بڑھ جانے کا۔

آیت ۶۱ : توریت میں ہے : "اور بنی اسرائیل بھی پھرے اور روتے ہوئے بولے بس دے تو ہمیں گوشت کھانے کو دے۔ ہم کو تو وہ مچھلی یاد آتی ہے جو ہم مفت مصر میں کھاتے تھے اور کھیرے اور خربوزے اور وہ گندنا، وہ پیاز، وہ لہسن۔ اُن پر تو اب ہماری جان خشک ہو چلی۔ یہاں ہمارے سامنے کچھ بھی تو نہیں ہے مگر یہ "من"۔"

(گنتی ۱۱ : ۴، ۶)

* اصل میں بنی اسرائیل سزا کے طور پر صحرا نوردی پر مجبور کیے گئے تھے، تو سزا اُٹھاتے ہوئے نخرے دکھانا کتنی بے موقع بات تھی۔ جو مل رہا تھا اُسے غنیمت سمجھتے۔ لیکن یہ لوگ فطری طور پر شرارت پسند واقع ہوئے ہیں۔

عـ۵ یاد رہے کہ قرآن نے کہیں نہیں کہا کہ یہودیوں کو حکومت کبھی نہ ملے گی۔ صرف ذلّت اور محتاجی کا ذکر ہے۔ سود خور ظالم قوم حکومت حاصل کرنے کے بعد بھی اپنی پست عادات کی وجہ سے ذلیل و خوار ہی رہتی ہے۔

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○	(۶۲) یقین جانو کہ جو لوگ (نبیؐ خاتم پر) ایمان لائے ہوں یا یہودی، عیسائی یا صابی ہوں، جو بھی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک کام بھی کرے گا اُس کا اجر اُس کے پروردگار کے پاس (محفوظ) ہے اور اُس کے لیے کوئی خوف اور رنج نہ ہوگا۔
وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○	(۶۳) اور یاد کرو جب ہم نے (کوہِ) طور کو تم پر اُٹھا کر تم سے پختہ عہد لیا کہ جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اُسے مضبوطی سے تھامنا اور جو کچھ اس (کتاب) میں ہے اُسے یاد رکھنا۔ شاید اس طرح تم تقویٰ کی راہ اختیار کر سکو۔ ل
ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○	(۶۴) مگر تم اس کے بعد بھی اپنے عہد سے پھر گئے۔ پھر بھی اگر اللہ کا خاص فضل و کرم اور رحمت کا سلوک تم پر نہ ہوتا تو تم سخت گھاٹا اُٹھانے والوں میں سے ہوتے۔

ل یعنی: (فرائض کو ادا کرو اور برائیوں سے بچو۔)

آیت ۶۲ : خداوندِ عالم نے سارے مذاہب کے لیے ایک ہی معیارِ نجات بتایا ہے۔ آخرت کی نجات کا دار و مدار ایمان باللہ، آخرت پر یقین اور عملِ صالح پر ہے۔ " ایسے لوگوں کا اجر و ثواب اللہ کے نزدیک ثابت ہے۔ وہ قیامت کے دن خوف و حُزن سے محفوظ رہیں گے۔

* بعض مفسّرین نے کہا ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے لیے ہے جو قبلِ بعثتِ پیغمبرِ آخر الزمان حضرت محمدؐ سے پہلے "یعنی انبیاءِ ماسبق کے دین پر تھے اور جنابِ رسالت مآبؐ پر غائبانہ ایمان رکھتے تھے پھر اُن میں سے کچھ لوگوں نے حضورِ اکرمؐ کا زمانہ بھی دیکھا اور ایمان بھی لائے۔ جیسے: سلمانؓ اور ابوذرؓ وغیرہ اور کچھ آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے انتقال کر گئے۔" (تفسیر انوار النجف جلد ۱ ص ۱۱۹)

www.drhasanrizvi.org

(٦٥) وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۞

اور تمھیں اپنی قوم کے اُن لوگوں کا قصّہ تو معلوم ہی ہے جنھوں نے "سبت" (یعنی ہفتے کے دن مچھلی شکار نہ کرنے) کا قانون توڑا تھا۔ ہم نے حکم دے دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔

(٦٦) فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۞

اِس طرح ہم نے اُن کے انجام کو اُس زمانے کے لوگوں اور بعد میں آنے والی نسلوں کیلیئے عبرت (سبق) اور فکرِ نجات رکھنے والوں کیلیئے (سامانِ) نصیحت بنا دیا۔

(٦٧) وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۞

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تمھیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے، تو اُنھوں نے کہا کہ آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ نے کہا، میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں کہیں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔

آیت ۶۵ : "سَبْت" یعنی ہفتہ کا دن یہودیوں کے لیے عبادت اور ذکرِ الٰہی کے لیے مخصوص تھا۔ اس دن کسی اور کام کی ممانعت تھی۔ مگر یہودی اس حکم کی خلاف ورزی کرتے تھے اس لیے ان کو خدا نے بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا تھا۔

★ تفسیر برہان میں حضرت علی ابن الحسینؑ سے روایت ہے، کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم شہرِ ایلہ "جو دریا کے کنارے آباد تھا" میں رہتی تھی اور باوجود ممانعت کے ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار کرتی تھی۔ وہ لوگ تعداد میں ستّر ہزار تھے شہر کے باقی دس ہزار آدمی ان کو منع کرتے تھے کہ ایسا نہ کرو ورنہ عذابِ خدا میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن وہ لوگ نہ مانے تو ان دس ہزار ناصح لوگوں نے شہر سے ہجرت کی، اسی رات ستّر ہزار نافرمانوں کو اللہ نے بندر کی شکلوں میں مسخ کر دیا تھا...!

★ روایات میں اس مقام کا نام جہاں یہ عذاب آیا" ایلہ "ہے جو دریا کے کنارے تھا۔ (طبرسی) اسی جگہ کو توراۃ میں "ایلات" کہا گیا ہے جو فلسطین کے جنوب میں عرب کی شمالی سرحد پر (قدیم علاقہ روم میں) بحرِ قلزم پر لبِ ساحل واقع ہے۔ آجکل اس کو "عقبہ" کہتے ہیں۔

★ انسانوں کے بندر بن جانے کو "تناسخ" نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ روح نکل کر کسی دوسرے جسم میں نہیں گئی بلکہ ان کے جسموں کی شکلیں بدل گئیں۔ اسے "قلبِ ماہیت" تو کہہ سکتے ہیں لیکن "تناسخ" نہیں کہہ سکتے۔

آیت ۶۷ : حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "بنی اسرائیل کے ایک نیک آدمی کو اُس کے ایک عزیز نے قتل کر ڈالا اور خود ہی۔

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں) ←

www.drhasanrizvi.org

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ○

(٦٨) تو بولے، اچھا اپنے رب سے درخواست کیجیے کہ وہ ہمیں اُس گائے کی کچھ تفصیل بتائے کہ وہ کیسی ہو؟ (موسیٰ نے) کہا۔ "وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی ہو کہ جو نہ بوڑھی ہی ہو نہ بچھیا۔ بلکہ درمیانی عمر کی ہو۔ لہٰذا اب جو حکم دیا جا رہا ہے اُسے پورا کرو" (بجالاؤ)

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ○

(٦٩) وہ پھر کہنے لگے، ہماری طرف سے اپنے رب سے عرض کیجیے کہ وہ ہمیں یہ بھی بتا دے کہ اُس کا رنگ کیسا ہو؟ (موسیٰ نے) کہا، وہ فرماتا ہے کہ "زرد رنگ کی گائے ہونی چاہیے، جس کا رنگ ایسا شوخ ہو کہ دیکھنے والوں کا دل خوش ہو جائے۔"

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ○

(٧٠) پھر کہنے لگے اپنے پروردگار سے درخواست کیجیے کہ وہ ہمارے لیئے مزید توضیح کرے۔ اِس لیئے کہ گائیں تو ہمیں ملتی جلتی نظر آتی ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ہم اُس کا پتہ پالیں گے۔

(آیت ٦٧ کا بقیہ گذشتہ صفحے سے :)۔ اُس کے خون کا دعویدار بن بیٹھا۔ خدا نے اُس قاتل کا پتہ لگانے کے لیۓ گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ (طبرسی)

★ یہ گائے ایک جوان صالح کی تھی۔ خدا کو اُسے مالی نفع پہنچانا مقصود تھا۔ (صافی) بظاہر قتل کا پتہ لگانے سے گائے کے ذبح کرنے کا کوئی تعلق نہ تھا، اِس لیے قوم والے خوب ہنسے۔ اس لیے کہا، کونسی گائے؟ کیسی گائے؟ کس رنگ کی؟ کس نسل کی؟ وغیرہ قتل کے مقدمے کے موقع پر ایسا مذاق جہالت کے سوا کیا تھا۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: "پناہ بخدا کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔" یعنی ایسے مذاق کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝ ع ۸

(۷۱) (موسیٰ نے) جواب دیا۔ "(اللہ) فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی، وہ نہ زمین جوتتی ہے، نہ پانی کھینچتی ہے۔ صحیح سالم اور بے داغ ہے۔" اِس پر وہ پکار اُٹھے کہ ہاں، اب آپ نے ٹھیک پتہ بتا دیا۔ پھر اُنھوں نے اُسے ذبح کیا، ورنہ وہ ایسا کرتے معلوم تو نہ ہوتے تھے۔

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝

(۷۲) اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا، پھر تم اُس کے بارے میں جھگڑ رہے تھے اور اللہ کو اِس بات کو ظاہر کرنا منظور تھا جسے تم چُھپا رہے تھے۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

(۷۳) تو ہم نے کہا کہ گائے کا ایک ٹکڑا لے کر مقتول کی لاش پر مارو (دیکھو) اِس طرح اللہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اور تم کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

تفسیر آیت ۷۱: بنی اسرائیل میں ایک بہت خوبصورت عورت تھی اُسے ایک نیک مالدار آدمی نے شادی کا پیغام دیا اُس آدمی کے ایک چچازاد بھائی نے بھی اُسی عورت کو اپنی شادی کا پیغام دیا۔ لیکن عورت نے اُس نیک آدمی کا پیغام منظور کرلیا اور اُس سے شادی کرلی۔ اِس پر اُس نیک آدمی کے چچازاد بھائی نے موقع پاکر اُسے قتل کردیا اور اُس کی لاش محلّے کی مسجد کے دروازے پر ڈال دی اور صبح کو خود ہی اُس کے خون کا دعویدار بن گیا۔ خدا نے حکم دیا کہ ایک گائے کو ذبح کرکے اُس کے گوشت* کا ٹکڑا مقتول کی لاش پر مارا جائے گا تو مقتول زندہ ہوکر بتادے گا کہ اُس کا قاتل کون ہے؟ بنی اسرائیل نے گائے کے سلسلے میں کٹ حجتیاں کیں کیونکہ وہ ایسا کرنا نہ چاہتے تھے۔ بالآخر ایسا ہی کیا اور قاتل کا پتہ چل گیا۔ (طبری، صافی ص۳۳)

★ وہ گائے ایک ایسے نوجوان کی تھی جو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجتا تھا جس کی برکت سے اللہ نے اُسے گائے کی قیمت میں پچاس لاکھ دینار (باقی اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

(٧٤) پھر (ایسی نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی) تمہارے دل سخت ہی رہے، پتھروں کی طرح سخت، بلکہ اُن سے بھی زیادہ کرخت۔ کیونکہ پتھروں میں تو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن میں سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں اور اُن میں ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو پھٹ جاتے ہیں تو اُن میں سے پانی نکل آتا ہے۔ اور اُن میں ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو خدا کے خوف سے لرز کر گر پڑتے ہیں۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُس سے بے خبر نہیں۔

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

(٧٥) کیا تم اُن لوگوں سے یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہارے کہنے پر ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ جو اللہ کا کلام سُنتے ہیں اور پھر خوب سمجھ لینے کے بعد بھی اُس میں جان بوجھ کر تحریف (ردّ و بدل) کردیتے ہیں۔

(بقیہ آیت ۷۱: گذشتہ صفحے سے:) بنی اسرائیل سے دلائے۔" تفسیر برُہان" میں ہے کہ جب مقتول زندہ ہوگیا تو اُسنے اپنے دو قاتلوں کی نشاندہی کی، اُن کو قصاص میں قتل کردیا گیا۔ مقتول نے جب دُرود کی برکت دیکھی تو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھ کر اپنی طولِ حیات کی دعاء مانگی تو دعا کے ذریعے اسکی اصل حیات میں ستّر برس کا اضافہ کردیا گیا۔ جب بنی اسرائیل نے درود پڑھ کی دعاء کی تو انھیں گائے کی ادا کردہ قیمت سے دوگنی دولت عطا فرمائی۔ (انوار النجف ج۲ ص۲۵)

تفسیر آیت ۷۴: روایتِ اہلِ بیت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی نبوّت کی تصدیق کے بارے میں عرض کیا کہ اگر آپؐ کی تصدیق پہاڑ کردے تو ہم مان لیں گے۔ پس حضورِ اکرمؐ ان کو لیکر ایک پہاڑ کے پاس پہنچے اور اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اے پہاڑ! بحقِ محمدؐ و آلہ الطیبین جنکے نام کی برکت سے حاملانِ عرش کا بوجھ ہلکا ہوا، آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی اور جنکی بدولت ادریسؑ کو جنّت میں اُٹھا لیا گیا تو محمدؐ کی گواہی دے۔" پس اُس پہاڑ سے پانی جاری ہوگیا اور اُس سے ندا آئی "اَشھد انک رسول رب العالمین۔" (بر محمدؐ و آلِ محمدؐ درود پڑھیں:) اللّٰھم صلی علیٰ محمد و آلِ محمد
از (تفسیر برہان بحوالہ انوار النجف ج ۲ ص ۱۲۷)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (۷۶)

اور جب ایمان داروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی تو ماننے والے ہیں۔ اور جب آپس میں ایک دوسرے سے اکیلے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم مسلمانوں کو وہ باتیں کیوں بتاتے ہو جو (معلومات) اللہ نے تم پر (توریت میں) ظاہر فرمائی ہیں۔ تاکہ یہ (مسلمان) خود تمہارے خلاف خدا کے سامنے حُجّت پیش کریں؟ آخر تم لوگ عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○ (۷۷)

کیا وہ لوگ اِتنا بھی نہیں جانتے کہ وہ لوگ جو کچھ چھپاتے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں، اللہ کو تو سب کچھ معلوم ہی ہے؟

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ (۷۸)

اور اُن میں کچھ ایسے بھی اَن پڑھ لوگ ہیں جو کتاب کا تو کچھ علم نہیں رکھتے، بس اپنی بلند و بالا بے بُنیاد توقعات (آرزوؤں) کو لیے بیٹھے ہیں اور محض خام خیالیوں یا بے بُنیاد وہم و گمان میں مبتلا ہیں۔

(النصف)

تفسیر آیت ۷۸ : علماء کی تقلید : تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ کتاب کے معانی کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے، صرف پڑھ لینا کافی نہیں اور علماء پر کتاب کی حجت قائم ہے۔

* حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "عوام یہود کو معلوم تھا کہ اُن کے علماء جھوٹ بولتے ہیں، حرام کھاتے ہیں، رشوت لیتے ہیں، اور رشتہ داریوں، سفارشوں کی بنا پر احکامِ خدا کو تبدیل کر دیتے ہیں، لوگوں سے ناراض ہو کر اُن کو حقوق سے محروم کر دیتے ہیں، اور اگر اُن سے راضی ہوں تو اُن کو ناحق اموال دلواتے ہیں وغیرہ لہٰذا اللہ نے اس طرح کے علماء کی اندھی تقلید کی مذمت فرمائی ہے۔ اسی طرح ہمارے عوام بھی اگر اپنے علماء کو فاسق، کُنبہ پرور، مالِ دنیا کے طالب اور حرام خور پائیں، کہ جس سے راضی ہوں اُسے ناحق مال دلوائیں اور جس سے ناراض ہوں... (جاری ہے اگلے صفحہ پر دیکھیے)

www.drhasanrizvi.org

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ○ (۷۹)

پس وائے ہو اُن لوگوں پر جو اپنے ہاتھوں سے جعلی کتاب لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ یہ خدا کے ہاں سے (آئی) ہے۔ تاکہ اُس کے بدلے میں تھوڑا سا معاوضہ حاصل کرلیں۔ پس افسوس کہ اُن کے ہاتھوں نے یہ لکھا۔ اور پھر افسوس ہے، اُن پر کہ وہ ایسی کمائی کرتے ہیں جو اُن کیلئے موجبِ ہلاکت ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۗ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (۸۰)

اور (اِس پر) کہتے ہیں کہ ہمیں دوزخ کی آگ گنتی کے چند دنوں کے سوا چھوئے گی ہی نہیں۔ اِن سے پوچھو، کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد نامہ لکھوالیا ہے جس کی خلاف ورزی وہ کبھی نہیں کریگا؟ یا تم خود بے سمجھے بوجھے (ایسی بات) اللہ کے ذمے ڈالکر کہدیتے ہو۔

(بقیہ آیت ۷۸ گذشتہ صفحے سے) :۔ اُس کو اُس کے جائز حقوق سے بھی محروم کردیں غرضکہ بددیانت ہوں، تو ایسے علماء کی تقلید کرنے میں ہمارے عوام اور یہود کے عوام میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن "فقہاء میں سے جو شخص اپنے نفس کو حرام سے بچانے والا، اپنے دین کا محافظ، خواہشِ نفس کا مخالف اور اپنے مولا کے فرمان کا مطیع ہو، پس عوام کیلئے اُس کی تقلید کرنا جائز ہے۔" (یہ طویل روایت ہے، مختصر نقل کردی گئی ہے۔ انوار النجف جلد اول کے مقدمہ میں مکمل روایت موجود ہے)

(از تفسیر امام حسن عسکری ؑ)

★ اگر دیکھا جائے تو آج ہم میں بھی بہت سے اسی قسم کے لوگ ملیں گے جو قرآن کا علم تو کچھ بھی نہیں رکھتے مگر توقعات کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں ہے۔ گویا جنت کے ٹھیکیدار ہیں اور جہنم سے برأت اُن کے لیے لکھدی گئی ہے۔ اسکا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ فرائض سے فرار اور اخلاقِ حسنہ سے قطعاً مبرّا ہیں آلِ محمدؐ کی محبت کے دعویدار ہیں مگر عملاً انکی زندگی میں آلِ محمدؐ کے اعمال کی کوئی جھلک تک نظر نہیں آتی۔

آیت ۷۹ : توریت میں تحریف اب کوئی اختلافی یا نزاعی مسئلہ نہیں۔ دوست دشمن سب ہی کو اب تسلیم ہوچکا ہے کہ یہ کلام الٰہی نہیں، اس کے دوست زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ خدا رسیدہ انسانوں کی تصنیف ہے، کسی جامد سے جامد یہودی میں اب یہ ہمت باقی نہیں کہ توراۃ کو قرآن مجید کیطرح تنزیلِ لفظی قرار دے..... خدا کی جانب اس کا انتساب صرف مجازاً یا بالواسطہ ہے.... اسی لیے بائیبل پر تنقید اب ایک مستقل فن کی صورت میں تقسیم ہوچکا ہے شارح کے الگ الگ ماہرین پیدا ہوتے ہیں۔ عرب کے اُمّی کے لائے ہوئے کلام کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے تیرہ سو سال پہلے ہی بائیبل کو محرّف اور ناقابلِ اعتماد قرار دے دیا تھا۔" (ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○	(۸۱) (آخر تمھیں دوزخ کی آگ کیوں نہ چھوئے گی)؟ ہاں (حقیقت یہ ہے کہ) جو بھی بُرا کام کریگا، اور اُس کے گناہوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا ہوگا یا اُس کے گناہ اُس پر حاوی ہو جائینگے تو ایسے ہی لوگ تو دوزخ والے ہونگے جو وہاں ہمیشہ ہمیشہ پڑے رہینگے ۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ع	(۸۲) اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور اچھے اعمال بجالائیں گے وہی لوگ جنتی ہیں اور وہ وہاں پر ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔

ع ۹ / ۱۱

آیت ۸۱ : "مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً" : روایاتِ اہلِ بیتؑ میں ہے کہ سَیِّئَۃً سے مراد "انکارِ ولایتِ علیؑ بن ابیطالبؑ ہے ۔

جناب رسالت مآبؐ سے "اصحابُ النّار" کے بارے میں سوال کیا گیا تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "وہ جو علیؑ سے جنگ کریں" اور حضرت علیؑ سے فرمایا: "یَا عَلِیُّ حَرْبُكَ حَرْبِیْ وَسِلْمُكَ سِلْمِیْ" اے علیؑ! تیرے ساتھ لڑائی میرے ساتھ لڑائی ہے اور تیرے ساتھ صلح میرے ساتھ صلح کے مترادف ہے۔" (تفسیر انوار النجف جلد ۲ صفحہ ۱۲۹ ۔ ۱۳۰)

★ خدا کے ہاں ہمارے گھڑے ہوئے نظریات اور بنائے ہوئے فرقے اسی طرح کھوٹے قرار پائیں گے جیسے کھوٹے سکے یا ایک ملک کے سکے خود دوسرے ملک میں کھوٹے ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے ہاں اُسی کے بنائے ہوئے نیکیوں کے سکے چلیں گے ۔ اور خدا و رسولؐ اور آخرت پر ایمان بھی ایک ایسی بنیادی نیکی ہے جس پر نجاتِ آخرت کا انحصار ہے ، مگر اعمالِ نیک کے بغیر ایمان کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا ۔ نجات کا اصل راز ایمان اور عملِ صالح میں مضمر ہے خواہ وہ کسی نسل و گروہ سے تعلق رکھتا ہے ۔ جیسا کہ آیت ۸۲ میں بیان کیا گیا ہے ۔ علاوہ ازیں " اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ "[1] (بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ متقی ہی مکرم ہے)

★ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: " بُرائی جو کسی شخص کا احاطہ کر لیتی ہے وہ ایسی بُرائی ہے جو انسان کو دین سے خارج کر دے یا محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت سے ہٹا دے یا خوفِ خدا کو اُس کے دل سے نکال دے یا محمد مصطفٰیؐ کی نبوت اور اُن کے جانشینوں کی ولایت سے انکار کرا دے ۔ ایسی بُرائیاں تمام اعمال کو باطل کر دیتی ہیں ۔" (تفسیر صافی صفحہ ۳۴)

(۱ سورہ حجرات آیت ۱۳)

www.drhasanrizvi.org

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ تف وَ بِالْوَالِدَیْنِ
اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ
وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ
اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوةَ ثُمَّ
تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

(۸۳) اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے (پختہ) عہد لیا تھا کہ
اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ
رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک
سلوک کرنا، لوگوں سے (ہمیشہ) اچھی طرح (نرمی سے)
بھلی بات کرنا اور نماز کو قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا
مگر چند لوگوں کے سوا تم سب اپنے عہد سے پھر گئے۔

آیت ۸۳: "میثاق": اہلِ کتاب کی اصطلاح میں آجتک بائبل کو "عہدنامہ" تورات کو "عہدِ قدیم" اور انجیل کو "عہدِ جدید" کہا جاتا ہے۔ آج بھی ایسی باتیں تورات میں موجود ہیں۔ مثلاً۔ "اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو" مثلاً فرمایا: "میرے حضور تیرے لیے دوسرا خدا نہ ہووے۔ تو اپنے لیے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت ۔ ۔ ۔ مت بنا۔ تو اُن کے آگے اپنے کو مت جھکا۔ اور نہ اُنکی عبادت کر" (خروج ۲۰: ۲-۵) اور (استثناء ۵: ۷، ۸)

والدین کے بارے میں لکھا ہے: "تو اپنے ماں باپ کو عزت دے۔" (خروج ۲ : ۱۲) (استثنار ۵ : ۱۶)

رشتہ داروں کے بارے میں فرمایا: "اور اپنے مفلس بھائی کی طرف اپنے ہاتھ مت بند کیجیو، بلکہ تو اُس پر اپنا ہاتھ کشادہ رکھیو۔" (استثنار ۱۵ : ۸، ۹)

نیز فرمایا: "اور مسافر اور یتیم اور بیوہ جو تیرے پھاٹکوں کے اندر آویں تو کھاویں اور سیر ہوویں۔" (استثناء ۱۴ : ۲۹)

★ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "جس طرح تم خود اپنے سے گفتگو پسند کرتے ہو اسی طرح دوسروں سے گفتگو کرو۔"
(تفسیر صافی بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)

★ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: "جہنم میں ہمیشہ کے لیے کفّار و مشرکین کو رکھا جائے گا کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ وہ مشرک کو کبھی نہیں بخشتا۔ کیونکہ کافر اور مشرک کی نیّت بھی یہی ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ کافر یا مشرک رہے گا۔ اسی لیے ان کو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہوگا۔ (تفسیر لوامع القرآن ص۱۶۱)

★ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "والدین کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ (۱) اُنکا ادب کیا جائے (۲) جس چیز کی اُن کو ضرورت ہو اُن کے مانگے بغیر فراہم کی جائے خواہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہوں (۳) اُن کو کچھ مانگنے کی تکلیف بھی نہ دو۔ (۴) اُن کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ (۵) اُن کے آگے نہ چلو (۶) اُن کی طرف تیز نگاہ سے نہ دیکھو (۷) اگر ماریں تو کہو خدا آپ کو بخشدے اور اگر تنگ کریں تو اُف تک نہ کہو۔"

★ جو شخص اپنے والدین عزیزوں کے حقوق ادا کریگا اُسکو جنّت میں ایکہزار درجے عطا ہونگے (الحدیث) (بحار جلد ص) تفسیر برہان ج ص) تفسیر صافی ص۳)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○

(۸۴) اور پھر ہم نے تم سے (مضبوط) عہد لیا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون تو نہ بہانا، اور نہ تم ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا۔ تم نے اس کا بھی اقرار کر لیا تھا جس پر تم خود گواہ ہو۔

(گذشتہ صفحے سے) آیت ۸۳: "یتٰمٰی" سے مراد: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: "آگاہ ہو کہ ہمارے شیعوں میں سے جو شخص ہمارے علوم کا عالم ہو اور ہماری شریعت سے جاہل کو واقف کرے جو ہماری زیارت سے محروم ہے، چونکہ وہ جاہل اُس عالم کی گود میں (ہمارا) یتیم ہے پس وہ عالم جو اُس کو ہدایت کرے اور ہماری شریعت کی اُس کو تعلیم دے، وہ رفیقِ اعلیٰ میں ہمارے ساتھ ہوگا (رفیقِ اعلیٰ سے مراد مقامِ جنت ہے) آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث میرے آباءِ طاہرینؑ نے جناب رسولِ پاکؐ سے بیان فرمائی۔ (انوار النجف) (ملخص)

★ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص ہمارے شیعوں میں سے ہماری شریعت کا عالم ہو وہ ہمارے کمزور شیعوں کو اُن کی جہالت کی تاریکی سے نکال کر اُن کو علم کی روشنی تک پہنچائے، جو ہماری طرف سے اُس کو پہنچا ہے، تو جب وہ واردِ محشر ہوگا اُس کے سر پر ایک نورانی تاج ہوگا جس سے تمام محشر منور ہو جائے گا اور اُس کو حلۂ بہشتی پہنایا جائے گا جس کے ایک ادنیٰ تار کی قیمت ساری دنیا نہیں ہو سکتی۔ اور پھر اللہ کی جانب سے منادی ندا کریگا۔ اے بندگانِ خدا! یہ آلِ محمدؐ کے شاگردوں میں سے ایک ہے پس جس کسی کو دنیا میں اس نے جہالت کی تاریکی سے نکالا تھا وہ اس کے نور کے ساتھ تمسک اختیار کرلیں تاکہ یہ عالم اُس کو عرصۂ محشر کی تاریکی کی حیرت سے نکال کر باغاتِ جنت میں پہنچا دے۔ پس جن لوگوں نے دنیا میں اُس عالم سے کسبِ فیضِ علم کیا ہوگا وہ سب اُس کے ہمراہ جنت میں داخل ہوں گے۔ (ملخص حدیث) (از تفسیر انوار النجف ج۲ ص۱۳۴)

★ مساکین سے مراد: (خلاصۂ حدیث) حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص مساکین کی اپنے زائد مال سے خبر گیری کریگا، خداوندِ عالم جنت میں اُس کو وسیع مقام عطا فرمائے گا۔ اور اس کو اپنی رضامندی و مغفرت سے لذت اندوز فرمائے گا۔" پھر آپ نے فرمایا: حضرت محمدؐ مصطفےٰ اور حضرت علی مرتضےٰؑ کے محب مسکین ہیں۔ ان کی ہمدردی عام فقراء و مساکین کی ہمدردی سے افضل ہے...... جو شخص دشمنانِ دین (ناصبی اور باطنی دشمن شیطان) کے اعتراضات سے بچا کر ہمارے مساکین کو ایسی دینی تعلیم دے کہ وہ مخالفوں کو منہ توڑ جواب دے کر لاجواب کر دیں اور اپنے دینی اُمور میں قوی ہو جائیں اور اُن کی دینی مسکینی دور ہو جائے۔ تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ:
"جب وہ عالم قبر میں سوئے گا تو خود خداوندِ عالم اُسکی قبر میں اپنی زبانِ قدرت سے اُس کی تلقین پڑھے گا ...... پس فرمائے گا کہ تیرے لیے جنت کے بلند درجات میں نے واجب کیے ہیں" اُسی وقت اُسکی قبر بہترین گلزار ہو جائے گی۔ (تفسیر انوار النجف جلد ۲ ص۱۳۴)

www.drhasanrizvi.org

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

(۸۵) مگر آج تم خود ہی وہ ہو کہ ایک دوسرے کو قتل بھی کرتے ہو، اپنے بھائی بندوں میں سے کچھ لوگوں کو گھر سے بے گھر بھی کر دیتے ہو۔ اور اُن کے خلاف گناہ اور ظلم کے ساتھ متفقہ طور پر سازشیں کرتے ہو۔ اور جب وہ قید ہو کر تمھارے پاس آتے ہیں تو اُن کیلئے فدیہ کا لین دین بھی کرتے ہو حالانکہ اُنھیں اُن کے گھروں سے نکالنا ہی سرے سے تم پر حرام تھا۔ تو کیا تم کتاب کے کسی حصے پر تو ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو۔ تو کیا سزا ہے اس کی جو تم میں سے ایسا کرے؟ سوا اس کے کہ وہ دنیا کی زندگی میں تو ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور قیامت کے دن وہ شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیے جائیں؟ اللہ اُن حرکتوں سے بیخبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

(۸۶) یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کی زندگی بیچ کر دنیا کی زندگی خرید لی۔ لہٰذا اُن کی سزا میں نہ تو کوئی کمی ہوگی اور نہ ہی اُنھیں کوئی مدد مل سکے گی۔

ع ۱۰

آیت ۸۵ : جب یہ آیت یہودیوں کے بارے میں آئی تو حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "میں تم کو اپنی اُمّت کے یہودیوں کی خبر دوں؟" سب حاضرین نے عرض کیا: ضرور۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "وہ لوگ میری اُمّت میں سے ہوں گے جو میری طاہر اولاد کو قتل کریں گے، میری شریعت کو بدل ڈالیں گے، میرے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو قتل کریں گے جسطرح یہودیوں نے زکریاؑ اور یحییٰؑ کو قتل کیا تھا۔ یاد رکھو! اللہ نے اُن پر لعنت کی ہے۔ اور اللہ قیامت سے پہلے حسینؑ کی اولاد میں سے ایک ھادی و مہدیؑ کو بھیجے گا، جس کے دوستوں کی تلواریں اُن قاتلوں کو جہنّم میں پہنچا دیں گی۔"

(بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۱۹۵)

www.drhasanrizvi.org

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝

(۸۷) ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اُن کے بعد لگاتار پیغمبر بھیجے اور (یہاں تک کہ) مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے روشن نشانیاں، نمایاں معجزے دے کر بھیجا۔ اور روح القدس (مقدس روح) کے ذریعے اُن کی مدد کی۔ (تو پھر یہ تمہارا کیا انداز ہے کہ) جب بھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس اِن باتوں کو لیکر آتا ہے جن کو تمہارے نفوس پسند نہیں کرتے تو تم اُن کے مقابلے میں ہمیشہ اکڑتے ہو۔ تم نے کسی کو تو جھٹلایا اور کسی کو قتل کر ڈالا۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝

(۸۸) اور (اس پر) وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر (قدرتی) غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ اُن کے کُفر کی وجہ سے اللہ نے اُنھیں (اپنی) رحمت سے دور کردیا ہے (اس لیے) اب وہ کم ہی ایمان لائیں گے۔

آیت ۸۷: "اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ" حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اِس آیت کی باطنی تفسیر یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ تمہارے پاس وہ چیز لائے جس کو تمہارے دل نہ چاہتے تھے یعنی ولایت علیؑ، تو تم اکڑ گئے اور آل محمدؐ میں سے بعض کو جھٹلا دیا اور بعض کو قتل کر ڈالا۔ (تفسیر بُرہان) اور محمد یعقوب کلینی سے بھی یہی معنی منقول ہے۔

اس کی ظاہری تفسیر یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفےٰؐ کو جھٹلایا اور حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کو قتل کر دیا۔

آیت ۸۸: غُلْفٌ: (یعنی دلوں پر چڑھے ہوئے) غلاف ــــ اور "لَعَنَهُمُ اللّٰهُ" یہاں لعنت سے مراد ایمان حاصل کرنے کی صلاحیت کا کم ہونا اور خدا کی توفیقات کا سُلب ہونا ہے۔ (نیشاپوری)

www.drhasanrizvi.org

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○

(۸۹) اور جب اُن کے پاس اللہ کی طرف سے ایک کتاب آئی جو اُن کے پاس والی کتاب کی تصدیق کرنے والی بھی ہے، تو باوجودیکہ اس کتاب کی آمد سے پہلے وہ خود کفار کے مقابلے میں (اسی کتاب کے واسطے سے) فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے یا فتح و ظفر کا اعلان کرتے تھے، مگر اَب جب وہ (کتاب) اُن کے پاس آگئی جسے وہ پہلے سے جانتے بھی تھے، تو وہ خود اُس کے منکر ہو گئے پس خدا کی لعنت ہو منکرینِ حق پر۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○

(۹۰) کیسا بُرا ہے وہ سامان جس کے عوض وہ لوگ اپنی جانیں بیچے بیٹھے ہیں۔ [لہ] وہ انکار کرتے ہیں اُس کا جسے اللہ نے نازل کیا ہے، صرف اس بات کی ضد میں (کہ کیوں) اللہ نے اپنے فضل و کرم (وحی و رسالت) سے اپنے جس بندے کو چاہا نواز دیا؟ لہٰذا اب یہ اللہ کے دوہرے غضب کے مستحق ہو گئے اور ایسے منکروں کیلئے سخت ذلت آمیز سزا مقرر ہے۔

آیت ۸۹ : اہلِ کتاب رسولِ اکرمؐ کی بعثت سے پہلے مدینے کے کافر، مشرکوں سے تو یہ کہتے تھے کہ ابھی تم جو چاہو کر لو مگر جب محمدؐ مبعوث ہوں گے تو پھر تمہارا نام و نشان بھی نہ رہیگا۔ مگر جب حضورؐ تشریف لائے تو مدینے کے باشندے اوس و خزرج جو کافر و مشرک تھے، وہ تو حضورؐ پر ایمان لے آئے، مگر اہلِ کتاب حضورؐ کے دشمن ہو گئے۔ (فصل الخطاب بحوالہ بلاغی) "فَلَعْنَةُ" محققین نے یہ نتیجہ نکالا کہ مستحقِ لعنت پر لعنت بھیجنا خدا کی سنت ہے۔

(لہ) (یعنی جس سے یہ لوگ اپنے لیے تسلی حاصل کرتے ہیں اور جسکو اپنے بچنے کا سامان سمجھتے ہیں۔) (از تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی)

آیت ۹۰ : مطلب یہ ہے کہ انسان کو نجات کیلئے ایمان اور خدا کی اطاعت کا سامان مہیا کرنا چاہیے مگر علماءِ یہود کفر اور حق دشمنی کا سامان جمع کر رہے ہیں۔ (امام رازی)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (۹۱) اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اُس پر ایمان لاؤ، تو وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم (بنی اسرائیل) پر نازل ہوا ہے ہم تو اُسی پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ اُس کے علاوہ ہے اُس کے وہ منکر ہیں۔ حالانکہ وہ حق ہے اور اُن کے پاس والی (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے (اچھا) کہو: اگر تم اُسی (کتاب) پر ایمان رکھتے ہو تو پھر تم انبیاءِ خدا کو اس سے قبل کیوں قتل کرتے رہے؟

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ (۹۲) بیشک تمہارے پاس موسیٰ روشن نشانیاں (کھلے ہوئے معجزات) لیکر آئے۔ پھر بھی تم ایسے حد سے بڑھے ہوئے تھے کہ تم بچھڑے کو اپنا معبود بنا بیٹھے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (۹۳) پھر ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر کوہِ طُور کو بلند کیا تاکہ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اُسے تم مضبوطی سے پکڑلو اور کان لگا کر سنو۔ (اس پر) اُنھوں نے کہا کہ سُن تو لیا ہم نے۔ مگر ہم مانیں گے نہیں، اور اُن کے انکار کے سبب اُن کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بسی ہوئی تھی کہو: اگر تم مومن ہو تو یہ تمہارا (عجیب) ایمان ہے، جو ایسی بُری حرکتوں کا تم سے تقاضا کرتا ہے۔

★ "علیؑ کے محبوں کو نسیمِ جنت خود اُٹھا کر جنت میں لیجائیگی اسی طرح اُن کے دشمنوں کو جہنم کی گرم ہوا خود اُٹھا کر جہنم میں جھونک دے گی (الحدیث)
(یہ حدیث کا آخری جملہ تفسیر انوار النجف جلد ۲ صـ ۱۴۳ سے منقول ہے)

www.drhasanrizvi.org

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (۹۴) (اِن سے) کہو کہ اگر واقعی اللہ کے نزدیک آخرت کا گھر تمام انسانوں کو چھوڑ کر صرف تمھارے ہی لیے مخصوص ہے، تب تو تمھیں موت کی آرزو کرنی چاہیے اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ○ (۹۵) (یقین جانو کہ یہ) کبھی ہرگز اُس کی تمنا نہ کریں گے اُن گناہوں کے سبب جو وہ اپنے ہاتھوں سے کر چکے ہیں اور اللہ (ایسے) ظالموں (حدود سے تجاوز کرنے والوں) کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚۛ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ع ○ (۹۶) اور یقیناً تم اُنھیں سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر زندہ رہنے کا حریص پاؤ گے (حتیٰ کہ) مشرکین سے بھی زیادہ۔ اُن میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اُسے ہزار برس کی عمر ملتی حالانکہ اتنی لمبی عمر بھی اُسے عذاب (خدا) سے نہیں بچا سکتی اور جیسے یہ اعمال کر رہے ہیں، اللہ اُنھیں خوب دیکھ رہا ہے

آیت ۹۴: مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ نجاتِ اُخروی کسی قوم یا نسل میں پیدا ہونے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اسکے لیے ایمان و عملِ صالح شرط ہیں۔

آیت ۹۵: ظالم کبھی موت کی تمنا نہیں کر سکتا۔ مومنِ پاکباز ہی موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکتا ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

"نشانی مردِ مومن با تو گویم ؛ چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اُوست"

یعنی: مومن کی نشانی میں تجھے بتاتا ہوں کہ جب موت آتی ہے تو اُس کے ہونٹوں پر تبسم ہوتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ نے فرمایا: "مجھے موت سے اتنی ہی رغبت ہے جتنی ایک بچے کو اپنی ماں کے پستان سے۔ مجھے پروا نہیں کہ موت مجھ پر آپڑے یا میں موت پر جا پڑوں۔

آیت ۹۶: یہودیوں پر ضرب لگائی ہے کہ آخرت کو مانتے ہوئے بھی وہ زندگانیٔ دنیا کے کتنے حریص ہیں مشرک اگر ایسا کریں تو خیر کیونکہ وہ آخرت کو مانتے ہی نہیں

www.drhasanrizvi.org

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (۹۷) آپ کہدیجیے کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہے (اُسے معلوم ہو) کہ اُس نے اِس (قرآن) کو اللہ ہی کی اجازت سے آپ کے قلب پر اُتارا ہے۔ جو پہلے آئی ہوئی (کتابوں) کی تصدیق کرتا ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور (کامیابی کی) خوشخبری (بشارت) بن کر آیا ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ (۹۸) (پس) جو اللہ کا، اُس کے فرشتوں، اُس کے رسولوں، اور جبریل و میکال (میکائیل) کا دشمن ہے تو (وہ سن لے کہ خود) اللہ بھی کافروں (منکرینِ حق) کا دشمن ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○ (۹۹) اور (درحقیقت) ہم نے آپ پر بہت ہی واضح طور پر (صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی) آیتیں اُتاری ہیں اور اُن کا اِنکار بدکردار و بداعمال لوگوں کے سوا کوئی کر ہی نہیں سکتا۔

آیت ۹۷ یہودیوں کا خیال تھا کہ جبریل ہم پر کئی مرتبہ خدا کا عذاب لا چکے ہیں۔ جب حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جبریل قرآن لیکر آئے ہیں تو یہودی بہت ہی بگڑے اور کہنے لگے کہ جبریل تو ہمارا پرانا دشمن ہے اِس لیے وہ ہمارے خلاف ایسی آیتیں لاتا ہے۔ حالانکہ اُن کو تو سمجھنا چاہیے تھا کہ جبریل تو ایک نوری مخلوق فرشتہ ہے، وہ تو حکمِ خدا کا پابند ہے۔ اپنی طرف سے کوئی کام نہیں کرتا۔

جبریل کے معنی عبرانی زبان میں "خادمِ خدا" کے ہوتے ہیں اور یہ دو لفظوں سے مرکب ہے "جبر" بمعنی (عبرانی میں) "خادم" اور "ایل" کے معنی "خدا"۔ اس لیے جبریل کے معنی: خدا کا خادم:

آیت ۹۸: محققین نے نتیجہ نکالا ہے کہ اولیاءِ خدا سے دشمنی خدا سے دشمنی کے مترادف ہے۔ (طبری)

* اگرچہ جبریل و میکائیل ملائکہ میں شامل ہیں مگر علیحدہ سے اُنکے نام اس لیے لیے گئے تاکہ اُن کا اعلیٰ مقام معلوم ہو جائے (مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوۡا عَهۡدًا نَّبَذَهٗ فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ‌ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ○

(١٠٠) (کیا ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا رہا ہے کہ) جب بھی انھوں نے کوئی عہد کیا تو اُن میں سے ایک گروہ نے اُسے ضرور ہی پس پشت ڈال دیا؟ بلکہ اُن میں اکثر ایمان نہیں لاتے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡ نَبَذَ فَرِيۡقٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ ‌ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ كَاَنَّهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ○

(١٠١) اور جب اُن کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی پیغمبر اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوا آیا، جو اُن کے پاس پہلے سے موجود تھی تو اِن (اہلِ کتاب) کی ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پس پشت ڈال دیا جیسے کہ وہ اسے جانتے ہی نہ تھے۔

آیت ١٠٠: روایاتِ اہلِ بیت علیہم السّلام میں ہے کہ اس آیت کا تعلق بظاہر تو یہود سے ہے لیکن اس کا باطن اور تاویل اطاعتِ اہلِ بیتؑ کا عہد ہے جس کو جناب رسالت مآبؐ نے اپنی اُمّت کے سامنے بار بار دہرایا۔ اور اگر بالفرض روایات میں نہ بھی ہوتا، تاہم عقلِ سلیم اس امر کی گواہی دیتی ہے کہ گذشتہ انبیاء سے اُن کی اُمتوں کی عہد شکنی اگر انسان کو دائرۂ ایمان سے سے خارج کر سکتی ہے تو سیّد الانبیاءؐ کے عہدِ ولایتِ علیؑ یومِ غدیر کو اُمّت کا توڑ دینا کیوں نہ عہد توڑنے والوں کو ایمان سے خارج کرے گا؟ اور نیز قرآن اور اہلِ بیتؑ سے تمسک کا فرمانِ نبویؐ جو تواتر سے منقول ہے اس کو نظر انداز کرنے والے کس طرح دعوائے اسلام کرنے کا حق رکھتے ہیں؟ پس جس طرح جبرئیلؑ و میکائیلؑ میں فرق کرنا یہودیوں کے لیے مذمّت کا باعث ہے اسی طرح قرآن اور اہلِ بیتؑ میں سے ایک کو سینے سے لگانا اور دوسرے کو چھوڑ دینا بھی منافیٔ اسلام ہے۔ اور جس طرح جبرئیلؑ سے دشمنی کے ساتھ میکائیلؑ (میکائیل) سے دوستی فائدہ مند نہیں، اسی طرح اہلِ بیتِ رسولؐ کے ساتھ دشمنی رکھ کر قرآن کی دوستی کا دعویٰ عبث اور فضول ہے۔

(تفسیر انوار النجف جلد ٢ ص ١٤٨)

www.drhasanrizvi.org

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ
سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ
الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ
السِّحْرَ ۚ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ
بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا
يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا
نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ
مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ
وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ
اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ
مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا
لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ
خَلَاقٍ ۟ۛ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ
اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

(۱۰۲) اور وہ لوگ پیروی کرنے لگے اُس چیز کی جو شیاطین سلیمان کی سلطنت میں پڑھ کر سنایا کرتے تھے جبکہ سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا تھا، بلکہ کفر تو شیطانوں نے پھیلایا تھا (کیونکہ وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔ (نیز انھوں نے پیروی کی) اُس کی جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اُتارا گیا تھا (یعنی جادوگروں کے زور کو توڑنے کے طریقے) اور وہ (فرشتے) جب بھی کسی کو (وہ طریقے) تعلیم کرتے تو صاف طور پر بتا دیتے کہ ہم تو صرف ایک آزمائش (کا ذریعہ) ہیں۔ تو تم کہیں کافر ہی نہ ہو جانا مگر وہ لوگ اُن سے وہ سیکھتے تھے جس کے ذریعے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں۔ حالانکہ خدا کی اجازت کے بغیر وہ اس کے ذریعے سے کسی کو بھی نقصان تک نہ پہنچا سکتے تھے۔ مگر وہ ایسی ہی باتیں سیکھتے تھے جو خود اُن کیلئے مفید نہ تھیں، بلکہ مُضر تھیں اور وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ جو بھی اِن چیزوں کا خریدار بنا اُس کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں کیتنی بُری قیمت پر اُنھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش وہ اس بات کو جان لیتے۔

آیت ۱۰۲: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد شیطان نے جادو کا علم ایجاد کر کے اُسے کتاب میں۔

(جاری ہے صفحہ ٦٠ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ (۱۰۳) اگر وہ ایمان لاتے اور اپنے بچاؤ کا بندوبست کرتے
مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۠ تو اللہ کے ہاں جو اس کا انھیں ذرا سا بھی بدلہ ملتا وہ
کہیں بہتر ہوتا۔ کاش وہ اس بات کو سمجھتے۔ ع ۱۲

(بقیہ از صہ ۵۹ آیت ۱۰۲) : ۔ لکھا اور اس کتاب پر یہ لکھا کہ " یہ خزانۂ علم کا ذخیرہ ہے۔" پھر اس کتاب کو تختِ سلیمان کے نیچے دفن کر دیا اور پھر لوگوں پر ظاہر بھی کر دیا۔ پھر کفار اس کتاب کو پڑھتے تو یہ سمجھتے کہ سلیمان بھی اسی جادو کی وجہ سے حکومت کرتے تھے۔ خدا نے بتا دیا کہ جادو سکھانا شیطان کا کام ہے۔ (تفسیر صافی صہ ۴۲ ، تفسیر عیاشی و تفسیر قمی)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ " جادو کا زور ہو گیا تو اللہ نے ہاروت و ماروت (پھاڑنے والا) نامی دو فرشتوں کو بھیجا تاکہ وہ اُس زمانے کے لوگوں کو جادو کے اثرات ختم کرنے کا طریقہ بتا دیں۔ کیونکہ اس تعلیم سے جادو کا طریقہ بھی آجاتا ہے اس لیے وہ لوگوں سے پہلے ہی کہہ دیتے کہ جادو کرنا حرام ہے۔" (باقی اس قسم کی روایات کہ وہ دونوں فرشتے ایک زہرہ نامی طوائف پر عاشق ہو گئے تھے اور شراب پی کر زنا کرتے تھے۔" یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔) (عیون الاخبار الرضاؑ صہ ۱۴۹)

★ بائیبل میں بھی یہ وضاحت کی گئی ہے کہ شہر کالڈیا (کلدانیہ) کے لوگوں میں بہت سی خراب عادتیں تھیں جن میں سرِفہرست جادوگری تھی۔ بائیبل کے الفاظ یہ ہیں " تیرے سوداگر زمین کے امیر تھے اور تیری جادوگری سے زمین کی ساری قومیں گمراہ ہوئیں اور نبیوں اور مقدسوں اور زمین کے سب مقتولوں کا خون اس میں بہایا گیا۔" (مکاشفہ ۱۸ : ۲۳ ، ۲۴)

" اس آیت سے جادوگری کے بھیانک نتائج معلوم ہوتے ہیں۔ " پرانے کتبوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ " بابل " کے کلچر میں جادو، کہانت، جنتر منتر، ٹونے ٹوٹکے بڑے زور شور سے رائج تھے۔ بابلی مذہب کا جزوِ اعظم جادو اور کہانت ہیں۔ مذہب کی کتابوں کو اُٹھا کر دیکھیے تو ہر طرف کہانت کے جنتر منتر ہی نظر آئیں گے۔" (انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد ۲ صہ ۱۱۴)

" مذہبِ بابل و نینوا کا جزوِ اعظم بھوت پریت کا اُتارنا جھاڑنا تھا۔" (راجرس کی ریلیجن آف بابیلونیا اینڈ ایریا صہ ۱۴۵)

" بابل کے میل جول سے اسرائیلی متاثر ہوئے۔ خود یہودی اس کے معترف ہیں۔ بابل کا مذہبی احترام ہر خطّے کے یہود میں قائم رہا۔"
(جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد ۲ صہ ۴۱۲)

خداوندِ عالم نے فلسطینیوں کے جادوگری کے قصوں میں حضرت سلیمان پر بہتان کی نفی کی اور بابل کے قصوں میں ہاروت و ماروت فرشتوں کی شرافت اور عصمت کی وضاحت فرمائی اور جادو کی بُرائی بتائی:

" چنانچہ ذکر بھی جادو اور زناکاری کا ہمیشہ ساتھ ہی ساتھ آتا ہے۔" (جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد ۸ صہ ۲۵۵)

" جادو کا اثر اس کی حقانیت کی دلیل نہ تھی۔ اثر تو زہر میں بھی ہوتا ہے مگر یہ عمل بُرا اور ناجائز ہے اس لیے توریت میں بھی اس کی ممانعت ہے،
" تو جادوگری کو جینے مت دے۔" (خروج ۲۲ : ۱۸) " اور جادو نہ کرو اور ساعتوں کا لحاظ مت کرو۔" (احبار ۱۹ : ۲۶)

www.drhasanrizvi.org

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا[ف] وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(۱۰۴) اے ایمان والو! "رَاعِنَا"[ف] مت کہا کرو، بلکہ "اُنظُرنا" کہا کرو، اور (نبی کی بات کو توجہ سے) سُنا کرو۔ (کیونکہ) منکرینِ حق کے لیے دردناک عذاب ہے

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

(۱۰۵) جو منکرینِ حق ہیں خواہ وہ اہلِ کتاب میں سے ہوں یا مشرکوں میں سے ہوں، وہ ہرگز پسند نہیں کرتے کہ تمھارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھی بھلائی نازل ہو، مگر اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کر کے چُن لیتا ہے اور وہ بڑا ہی فضل وکرم والا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(۱۰۶) ہم اپنی جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا وہ بھلا دی جاتی ہے، تو ہم اُس سے بہتر یا اُس جیسی دوسری (آیت) نازل کر دیتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔

ف "راعنا" کے معنی 'ہمارا لحاظ کیجیے اور اس جملے کو دُہرا دیجیے۔" جب آنحضرتؐ خطاب فرماتے تو مسلمان تو ادب سے راعنا کا لفظ کہتے تھے تا کہ دوسری مرتبہ بھی خطاب سن لیں، لیکن یہودیوں کی زبان میں "راعنا" کے معنی یہ تھے کہ "سُن تجھے سننا نصیب نہ ہو" اس طرح اُنھیں "راعنا" کے کہنے سے حضورؐ کی تضحیک کا موقع ظاہراً مل گیا۔" اسی بنا پر اللہ نے اس لفظ کو بدل کر "اُنظرنا" فرمایا۔

آیت ع۱۰۶: حضرت امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے کہ: "خدا نے حضورِ اکرمؐ سے ارشاد فرمایا: "کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اسی طرح "ننسخ" منسوخ کرنے اور تبدیل کرنے پر بھی قادر ہے۔" — حضرت امام محمد تقیؑ سے روایت ہے کہ: "دوسری آیت، جو منسوخ شدہ آیت کے بجائے آتی ہے اُس میں تمھارے لیے زیادہ فائدے اور اصلاحِ حال کا سامان ہوتا ہے اور تم سب کی زیادہ بہتری مقصود ہوتی ہے ان تبدیلیوں میں خدا کی غرض تمھاری ہی مصلحتیں ہیں۔" — اِسی کو اصطلاحِ شرع میں "بداء" کہتے ہیں۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا "خدا کا کسی مصلحت کے سبب سے کسی حکم کو تبدیل یا منسوخ کر دینا۔ "جیسے حضرت یونسؑ کی قوم پر پہلے عذاب آنے والا تھا کیونکہ ان سب کے سب نے سچے دل سے توبہ کر لی تو خدا نے رحمت فرمائی اور عذاب ہٹا لیا۔ (تفسیر نور الثقلین)

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝	(۱۰۷) کیا تمھیں خبر نہیں کہ بہ تحقیق آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ ہی کے لیے ہے اور اُس کے سوا کوئی تمہاری خبرگیری اور تمہاری مدد کرنے والا (ولی) نہیں ہے ؟
أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۗ وَمَن يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝	(۱۰۸) (پھر) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسولؐ سے ویسا ہی مطالبہ یا سوال کرو جیسا کہ اِس سے پہلے موسیٰ سے کیا گیا تھا ؟ حالانکہ جو شخص بھی ایمان کے عوض کفر (وانکار کا طریقہ) اختیار کرے گا وہ یقیناً سیدھے راستے سے بھٹک گیا ہے۔
وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝	(۱۰۹) اہلِ کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح تمھیں ایمان (کے راستے) سے پھیر کر، پھر تمھیں کفر کی طرف پلٹا لے جائیں، اُس حسد کے سبب جو اُن کے نفوس (دلوں) میں ہے، باوجود اس کے کہ حق اُن پر ظاہر ہو چکا ہے۔ تو تم اُن کو معاف کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ خود اپنا حکم (عذاب) بھیج دے (مطمئن رہو) یقیناً اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے ۔

آیت ۱۰۸ : کتنی عجیب بات ہے کہ خدا کے اس انتباہ کے باوجود بھی مسلمانوں کے بہت سے فرقے قیامت کے دن خدا کے دیدار کے قائل ہیں۔

آیت ۱۰۹ : جنگِ اُحد کے بعد یہودیوں نے حضرت عمارؓ اور حذیفہؓ سے کہا کہ اگر تمہارے نبیؐ سچے ہوتے تو شکست نہ ہوتی، اب تو کہا مانو اور ہمارے دین میں چلے آؤ۔ حضرت عمارؓ نے فرمایا: "مادی فتح و شکست کبھی حق کا معیار نہیں ہوتی۔" جب حضورؐ کو یہ خبر ملی تو آنحضرتؐ نے جناب عمارؓ کے حق میں دعا فرمائی۔ (القرآن المبین) ★ قرآن کا تجزیہ کتنا فطری اور عمیق ہے کہ اہلِ کتاب کی اسلام دشمنی کا واحد سبب "حسد" ہے۔ یہی حال اُن تمام لوگوں کا ہوتا ہے کہ جو اپنی کم عقلی اور بے عملی کی وجہ سے کمال حاصل نہیں کرتے تو دوسرے سربلند مرتبہ لوگوں کو کھینچ کر نیچے لانے کی سعی کرتے ہیں۔ اسطرح نفسیاتی علاج کے طور پر خدا نے مسلمانوں کو اہلِ کتاب کا حقیقی مرض بتلا کر ان کے غیض و غضب کو روک دیا۔

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

(١١٠) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

اور تم نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو (اس لئے کہ) تم جو کچھ بھی نیک کاموں کا ذخیرہ آگے بھیج دو گے، اُسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے۔ بیشک تم جو کچھ بھی کرتے ہو، سب اللہ کی نظر میں ہے۔

(١١١) وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اور اُن کا کہنا ہے کہ ہرگز کوئی شخص بھی جنت میں نہ جائے گا مگر وہی کہ جو یا تو یہودی ہو یا (عیسائیوں کے بقول) عیسائی ہو۔ یہ سب اُن کی اپنی تمنائیں ہیں (جو بول رہی ہیں۔) اُن سے پوچھو کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اپنی کوئی دلیل تو پیش کرو۔

آیت ١١٠ : "وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" تفسیر بُرہان میں جنابِ رسالت مآبؐ سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ "نماز کی کنجی طہارت ہے اور وہ بڑی طہارت جس کے بغیر نماز اور دیگر تمام عبادتیں ناقابلِ قبول ہیں، وہ ولایتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ اور ان کے دوستوں سے دوستی اور اُن کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا ہے۔ (مرادی ترجمہ روایت منقول از تفسیر انوار النجف ج ٢ صفحہ ١٥٥)

آیت ١١١ :

★ محققین نے اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالا، کہ "خدا نے مسلمانوں کو اہلِ کتاب سے انتقام لینے سے روکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خواہ مخواہ کی انتقامی جنگیں "جہاد" نہیں ہوتیں۔ نیز یہ نتیجہ بھی نکالا کہ اللہ کا ثواب یا اجر صرف جہاد کرنے ہی پر موقوف نہیں ہے، زمانۂ صلح یا خاموشی میں عام فرائضِ الٰہیہ اور حقوق النّاس ادا کرتے رہنا بھی جہاد ہے۔ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام، جب جنگ سے واپس تشریف لاتے اور کوفے کے در و دیوار دکھائی دیتے تو آپؑ یہ فرمایا کرتے : "اب ہم چھوٹے جہاد سے، بڑے جہاد کی طرف آ رہے ہیں۔"

لیعنی: شہری زندگی نفس سے جہاد کرنے کا نام ہے۔ جو تلوار کے جہاد سے بڑا جہاد ہے۔

www.drhasanrizvi.org

بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ
مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا
ع ١٣ ١٤ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ع

(۱۱۲) حق بات تو یہ ہے کہ جو اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے تو ضرور اُس کیلئے اُس کے پروردگار کے پاس اُس کا اجر (عظیم) ہے۔ اور اُنھیں نہ تو کوئی خوف ہی ہوگا اور نہ (کبھی کوئی) (حزن و ملال) افسوس ہوگا۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى
عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ
الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ
الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ
مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○

(۱۱۳) یہودی کہتے ہیں: عیسائیوں کا مذہب کچھ بھی تو نہیں۔ اور عیسائی کہتے ہیں: یہودیوں کے پاس کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ یہ دونوں ایک ہی کتاب پڑھتے ہیں۔ اِسی قسم کے دعوے اُن لوگوں کے بھی ہیں جن کے پاس کتاب کا علم نہیں ہے (یعنی منکرین، مشرکین، کافرین) اِن تمام اختلافات کا فیصلہ جن میں یہ لوگ مبتلا ہیں، اللہ قیامت کے دن کردے گا۔

آیت ۱۱۲: قرآن نے بتا دیا کہ نجاتِ انسانی کا دارومدار فرقہ بندی اور گروہی تعصب میں نہیں ہے، بلکہ نجات کا دارومدار (۱) خدا کے سامنے سرِ اطاعت جھکانے اور (۲) اچھے کام کرنے میں ہے۔ خدا نے اسلام کے بجائے "اَسْلَمَ" "جو فعل" ہے استعمال فرمایا۔ مطلب نکلا کہ نجات کا دارومدار مسلمان کہلوانے یا رسمی طور پر کسی جماعت میں شامل ہونے سے پیدا نہیں ہوتا، بلکہ خدا کی اطاعت کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر خدا کی اطاعت کرتا ہے تو مسلم ہے۔ (ملخص از فصل الخطاب)

اِس آیت سے خاص طور پر مسلمانوں اور متعصب تنگ نظر پیشہ ور ملّاؤں کو سبق سیکھنا چاہیے جو زندگی بھر کسی ایک فرد کو بھی مسلمان تو نہیں بنا سکے مگر لاکھوں مسلمانوں کو کافر ہونے کے فتوے ضرور صادر کرتے رہتے ہیں اور یہ فتوے بالکل معمولی "لا یعنی" مہمل، بے کار بحثوں اور اختلافات پر ہوتے ہیں۔ آج بالکل یہی حال مسلمانوں کا ہے جو خدا نے اِس آیت میں اہلِ کتاب کا بتایا ہے۔ بقولِ اقبالؒ:

دینِ مرداں فکر و تدبیر و جہاد ؛ دینِ ملّا فی سبیل اللہ فساد

www.drhasanrizvi.org

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

(١١٤) اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اُسی کا نام لیے جانے سے روکے اور ان کی بربادی اور ویرانی کی کوشش کرے۔ ایسے لوگ تو اِسی قابل ہیں کہ (ان مسجدوں میں) قدم نہ رکھیں، اور اگر وہاں جائیں بھی تو ڈرتے ڈرتے چوری چھپے۔ ان کیلئے تو دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کیلئے بڑا ہی سخت دردناک عذاب ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

١١٥ اور مشرق و مغرب (سب) اللہ ہی کے تو ہیں۔ تو تم جس طرف بھی رُخ کروگے، اُسی طرف اللہ کا رُخ ہے۔ یقیناً اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

آیت ١١٤: اگرچہ یہ آیت مشرکینِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی تھی مگر اس کا حکم عام ہے جیسے اور اسی قسم کی تمام آیتوں کا حال ہے یعنی جو شخص جہاں کہیں خدا کی عبادت سے روکے (یا مساجد تعمیر کرنے میں رکاوٹ پیدا کرے) وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ کیونکہ حدیثِ رسولؐ ہے کہ: "زمین خدا کی عبادت ہی کے لیے ہے" (بلاغی) علاوہ ازیں قرآن میں یہ بھی ہے کہ "اِنَّ اَرْضِىْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّاىَ فَاعْبُدُوْنِ" (عنکبوت ٥٦) "بیشک میری زمین وسیع ہے پس میری ہی عبادت کرو" (ط: نماز میں قبلہ رُخ ہونا خدا کے حکم کی تعمیل ہے ورنہ اللہ تو ہر سمت میں موجود ہے۔)

آیت ١١٥: یہ آیت نوافل (نمازِ نافلہ) کے بارے میں ہے کیونکہ حالتِ سفر میں جس طرف انسان جارہا ہو اُسی طرف منہ کرکے نافلہ نماز ادا کرسکتا ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے خیبر کو جاتے ہوئے اور مکہ سے واپس مدینہ آتے ہوتے سواری پر نوافل ادا کیے حالانکہ آپؐ کی پشت قبلہ کی طرف تھی (انوار النجف ج ٢ صفحہ ١٤١)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: "نافلہ نمازوں کو تو جدھر کو سواری جارہی ہو اُدھر ہی منہ کرکے پڑھ سکتے ہیں لیکن واجب نماز قبلہ کی طرف رُخ کرکے پڑھو۔ سوائے حالتِ خوف کے۔ نیز (کشتی، ریل، ہوائی جہاز) تو اس میں کوشش کرکے قبلہ رُخ کھڑے ہوکر فرض نماز پڑھو۔ پھر اگر وہ کسی طرف مُڑ جائے تو کچھ پرواہ نہیں۔" "الفقیہ" میں ہے کہ یہ آیت اُس وقت کیلئے ہے کہ جب قبلہ کی سمت پہچاننا ممکن نہ ہو (صافی صفحہ ٤٧ بحوالہ تفسیر قمی)

★ خود قبلہ ہی کو دیکھیے کہ کسی ملک میں مشرق میں ہوگا کسی میں مغرب کی سمت میں ہوگا صرف یگانگت کیلئے کعبہ کی سمت مقرر کی گئی ہے۔

www.drhasanrizvi.org

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ○

(۱۱٦) اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے اللہ تو پاک ہے اِن باتوں سے۔ بلکہ آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات خدا کی ملکیت ہیں۔ سب کے سب اُس کے سامنے جھکے ہوتے ہیں۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○

(۱۱۷) وہی آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے، اور جس بات کو وہ طے کرلیتا ہے تو اُس کے لیے بس یہ کہدیتا ہے کہ 'ہوجا' اور وہ ہوجاتی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○

(۱۱۸) اور نادان کہتے ہیں کہ آخر اللہ ہم سے (خود) بات کیوں نہیں کرتا؟ یا اُس کی کوئی آیت (نشانی) ہمارے پاس کیوں نہیں آتی؟ ایسی ہی باتیں اُن سے پہلے کے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ ان سب کی ذہنیتیں ایک ہی جیسی ہیں (بہرحال) یقین لانے والوں کیلئے تو ہم اپنی نشانیاں صاف صاف نمایاں بیان کرچکے ہیں۔

آیت ۱۱٦: مطلب یہ ہے کہ اگر تم مسیح کو خدا کا بیٹا اسطرح سمجھتے ہو کہ وہ خدا کا جزو ہیں تو یہ بات خدا کی شان کے خلاف ہے وہ اس قسم کے تعلقات سے بلند اور پاک ہے۔ اسی لیے "سُبْحٰنَهٗ" فرمایا۔ اور اگر تم مسیح کو اس لیے خدا کا بیٹا کہتے ہو کہ وہ خدا کے فرمانبردار تھے، تو یہ کوئی صرف اُن کی ہی خصوصیت تو نہیں، زمین و آسمانوں کی ہر چیز خدا کی فرمانبردار ہے (فصل الخطاب)

آیت ۱۱۸: کافروں کا یہ کہنا کہ خدا ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ "اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کس جگہ قرار دے"۔ یعنی، ہر انسان میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ خدا سے ہم کلام ہوسکے۔ دوسرا مطالبہ کافروں کا یہ تھا کہ ہمارے پاس کوئی نشانی آئے۔ یہ مطالبہ درست تھا، لیکن حضور اکرمؐ کئی معجزات و دلائل پیش کرچکے تھے مگر یہ لوگ مانتے ہی نہ تھے اور خواہ مخواہ کی رٹ لگائے رہتے تھے، غور و فکر کرنے کو تیار ہی نہ تھے۔

www.drhasanrizvi.org

(۱۱۹) اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ وَّلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ ○

تحقیق ہم نے تم کو (علم) حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ اور (اب اس کے بعد) جہنم والوں کی ذمّہ داری (جوابدہی) آپ پر نہیں ہے

(۱۲۰) وَلَنۡ تَرۡضٰى عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ الَّذِىۡ جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ○

یہودی اور عیسائی تو آپؐ سے کبھی ہرگز راضی نہ ہوں گے آپؐ (صاف صاف) کہدیں کہ (اصل) ہدایت تو بس اللہ کی ہدایت ہے۔ اور اگر اس علم کے بعد بھی جو تمہارے پاس آچکا ہے، تم نے اُن کی خواہشات کی پیروی کی، تو پھر اللہ کی پکڑ سے بچانے والا نہ کوئی تمہارا یار ہی ہوگا نہ مددگار۔

وقف منزل

(۱۲۱) اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ○ ع

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس کے پڑھنے کا حق ادا کرتے ہوئے اس کو پڑھتے ہیں، اور سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اس سے انکار کرتے ہیں تو وہی اصل میں نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

ع ۱۴ ۱۴

آیت ۱۲۱: پڑھنے کا حق ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف (عربی کے) الفاظ زبان پر جاری نہیں کرتے یا اُنھیں (بے سمجھے) رٹ نہیں لیتے۔ بلکہ ان کے معانی پر غور وفکر کرتے ہیں اور پھر ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(بلاغی - فصل الخطاب)

★ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا: "تلاوت بغیر غور وفکر کے نہیں ہوتی۔" (نہج البلاغہ)

★ مولوی فلسفہ یہی ہے کہ بغیر سمجھے عربی کے الفاظ کو زبان پر جاری کیے جاؤ، تاکہ دین کا فہم و ادراک ہرگز پیدا نہ ہوسکے۔ اسطرح جو دھراہٹ بھی خوب چلے گی اور جو چاہیں قوم کو پٹّی پڑھا کر مال و دولت، عزّت، نام ونمود بھی حاصل کرسکیں گے۔

www.drhasanrizvi.org

(۱۲۲) يٰبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِيَ الَّتِيٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّيۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ○

اے بنی اسرائیل ! میری وہ نعمت تو یاد کرو جس سے میں نے تم کو نوازا تھا اور تحقیق میں نے تمھیں عالمین پر فضیلت دی (سب لوگوں سے زیادہ عطا کیا تھا۔)

(۱۲۳) وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِيۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـًٔا وَّلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا تَنۡفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ○

اور ڈرو اُس دن سے ، جس دن کوئی کسی کے ذرا بھی کام نہ آئے گا ، نہ کسی سے کوئی معاوضہ لیا جائیگا اور نہ کوئی سفارش کسی کو کچھ فائدہ پہنچا سکے گی۔ (معلوم ہوا کہ ناشکرے ، منکر اور مجرم کو شفاعت فائدہ نہ دیگی)

(۱۲۴) وَاِذِ ابۡتَلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِيۡ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِي الظّٰلِمِيۡنَ ○

اور وہ وقت یاد کرو کہ جب ابراہیم کو اُن کے پالنے والے نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ اُن سب باتوں میں پورے اُترے ۔ تو (خدا نے) فرمایا : "میں تم کو (تمام) لوگوں کا امام (پیشوا) بناتا ہوں۔" (ابراہیم نے دعاء) عرض کی : اور میری اولاد میں سے (بھی امام مقرر فرما) (خدا نے) فرمایا : "میری طرف کا عہدہ ظالموں تک نہیں پہنچے گا۔"

آیت ۱۲۴ : ______ : حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور اکرم ؐ نے ارشاد فرمایا : "خداوندِ عالم نے حضرت ابراہیم ؑ کو نبی بنانے سے پہلے اپنا عبد بنایا ، اور رسول بنانے سے پہلے نبوّت عطا فرمائی ۔ پھر اُن کو اپنا خلیل یعنی دوست بنانے سے پہلے رسول بنایا ۔ اور امام بنانے سے پہلے خلیل بنایا ۔ جب خلیل کا عہدہ حاصل کر چکے تو اللہ نے فرمایا" اِنِّيۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا " یعنی "اب میں تم کو (تمام) انسانوں کے لیے امام بناتا ہوں ۔) (عطائے عہدہ کی ترتیب سے معلوم ہوا کہ سارے عہدوں میں سب سے افضل عہدہ ، "امامت" کا عہدہ ہوتا ہے ۔ کیونکہ وہ سب سے آخر میں عطا ہوا ۔) اور اِس عہدۂ امامت کی حضرت ابراہیم ؑ —

(باقی صفحہ ۶۹ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَيۡتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا ؕ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدۡنَاۤ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآٮِٕفِيۡنَ وَالۡعٰكِفِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ۝ (۱۲۵)

اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے اِس گھر (کعبہ) کو لوگوں کا مرکز اور امن کی جگہ قرار دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ ابراہیمؑ جہاں عبادت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اُس مقام کو مستقل نماز کی جگہ بنالو۔ اور ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو حکم دیا تھا کہ میرے اِس گھر کو طواف، اعتکاف، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھنا۔

(بقیہ از صفحہ ۶۸ آیت ۱۲۴) : ــــ کے دل میں اتنی عظمت تھی کہ آپؑ نے اسی عہدے کو اپنی اولاد کے لیے خدا سے درخواست کی۔ خدا نے ارشاد فرمایا: "میرا یہ عہدہ ظالموں (غیر معصوموں) کو نہیں ملے گا۔" (تفسیر صافی ص۴۲ بحوالہ کافی)

★ علم کلام کے ماہرین نے یہ نتائج اخذ کیے کہ: (۱) امام خدا متعین کو بناتا ہے۔ (۲) کوئی غیر معصوم، گنہگار یا ظالم امام نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا نے فرمادیا: " وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓٮِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۔" (بقرۃ - آیت ۲۲۹) (یعنی "اور جو لوگ خدا کی مقرر کی ہوئی حدیں توڑتے ہیں وہ ظالم ہیں۔") اس آیت نے ہر اُس شخص کی امامت کو باطل کردیا جس کے دامن پر ظلم کا ایک چھینٹا بھی ہو۔ (۳) جس نے کفر یا شرک کا ارتکاب کیا ہو وہ ہرگز امام نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ خدا نے ارشاد فرمایا: "اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ" یعنی "یقیناً شرک ظلم عظیم ہے۔" (سورۂ لقمان) ۔ (۴) حضرت آدمؑ کے لیے بھی یہ لفظ اگرچہ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے مگر معلوم ہوا کہ امامت کا درجہ ترکِ اولیٰ کو بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ (۵) محققین نے نتیجہ نکالا کہ جب ابراہیمؑ کو نبی، رسول اور خلیل ہونے کے باوجود "امامت" امتحان کے بعد ملی، تو ثابت ہوا کہ اگرچہ لغوی معنی میں تو ہر نبی امام ہے لیکن منصب کے اعتبار سے امامت ایک خاص عہدہ ہے جو نبوّت اور رسالت کے لیے لازمی نہیں۔ (۶) معلوم ہوا کہ امامت نبی کی اولاد کو ملتی ہے اصحاب کو نہیں۔ اسی لیے حضرت ابراہیمؑ نے اولاد کے لیے دعا فرمائی، اصحاب کے لیے نہ فرمائی۔ (تفسیر فصل الخطاب از مولانا علی نقی اعلی اللہ مقامہ)

آیت ۱۲۵ : خدا کا کعبہ کو "اپنا گھر" فرمانا یا اپنی طرف نسبت دینا اظہارِ شرف اور فضیلت کے بیان کرنے کے لیے ہے جیسے۔ حضرت آدمؑ کے لیے ارشاد فرمایا: فَاِذَا نَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ ،" پس جب میں اِس میں اپنی روح پھونکوں" یا حضرت عیسیٰؑ کو "روح اللہ" یعنی اللہ کی روح " فرمایا۔ ان تمام نسبتوں کا مقصد عظمت اور فضیلت کو بیان کرنا ہے۔ یہاں جسمیت کا تصور دور دور تک نہیں ہوتا۔

www.drhasanrizvi.org

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

(۱۲۶) اور (وہ وقت بھی یاد کرو کہ) جب ابراہیمؑ نے دعاء کی: "اے میرے پالنے والے! اِس شہر (مکّہ) کو امن کا شہر بنا دے۔ اور اِس کے رہنے والوں میں سے جو خدا اور یومِ آخرت کو مانیں اُنھیں (ہر قسم کے) پھلوں کی روزی عطا فرما۔" (اللہ نے) فرمایا: جو (مجھے اور یومِ آخرت کو) نہ مانے گا، میں تو اُسے بھی کچھ فائدہ دوں گا، پھر اُسے "زبردستی عذابِ جہنم کی طرف گھسیٹوں گا، اور وہ تو بدترین ٹھکانا ہے۔"

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

(۱۲۷) اور (یاد کرو وہ وقت) جب ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اِس گھر (کعبہ) کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے (اور یہ دعا بھی کر رہے تھے کہ) "اے ہمارے پالنے والے! ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما لے۔ بیشک تو (سب کی) سُننے والا (اور سب کچھ) جاننے والا ہے۔

آیت ۱۲۶: جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا: "ابتدائے خلقت سے مکّہ احترام کی جگہ رہا ہے" دوسری حدیث میں ہے "ابراہیمؑ نے مکّہ کو حرم بنایا اور ہم نے مدینے کو حرم بنایا ہے۔" (تفسیر انوار النجف جلد ۲ صـ ۱۶۷)

آیت ۱۲۷: امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام سے منقول ہے کہ "آسمان سے پہلی چیز جو نازل ہوئی وہ یہی "بیت اللہ" ہے جو مکّہ میں رکھا گیا اور یہ یاقوتِ سُرخ کا تھا۔ جب نوحؑ کی قوم نے فسق و فجور کیا تو اسے اُٹھا لیا گیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے اسی کی بنیادوں پر تعمیرِ نو کا کام شروع کر دیا۔"[۱] ★ "کعبہ کی قدامت کو غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔" "یہ وہ معبد ہے جس کی قدامت عہدِ تاریخ سے پہلے کی ہے۔" (محمد اینڈ محمد ازم صـ ۱۲۶)

★ حضرت ابراہیمؑ کی دعاء، کہ مالک تو اپنے فضل و کرم سے اِس حقیر عمل کو قبول فرمالے "یہی باطنی احساس مومن کے عمل کو معراجِ قبول تک پہنچا دیا کرتا ہے۔" (ملخص از فصل الخطاب)

(۱ تفسیر انوار النجف ج ۲ - صـ ۱۶۸)

www.drhasanrizvi.org

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (١٢٨)

اے ہمارے پالنہار! ہم دونوں کو اپنا "مُسلم" (مطیع و فرماں بردار) بنا دے۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی قوم کو اُٹھا (پیدا کر) جو تیری "مسلم" (فرماں بردار) ہو۔ اور ہمیں اپنی اطاعت کے طریقے (آنکھوں سے) دکھا دے۔ اور ہماری طرف خصوصی توجہ مبذول فرما۔ یقیناً تو بڑا توجہ فرمانے والا مہربان ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ع (١٢٩) ١٥ ع ٨ ١٥

اے ہمارے پرورش کرنے والے! اور اُن میں سے خود انھیں میں کا ایک ایسا رسول بھیجنا جو انھیں تیری آیتیں پڑھ (پڑھ) کر سنائے، اُن کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور اُن کے اخلاق کو بھی درست کر کے اُن کی زندگیاں سنوار دے۔ بیشک تو زبردست اقتدار والا، بڑا ہی حکمت والا ہے۔

آیت ۱۲۸: "مُسْلِمْ" کے معنی "سر اطاعت سے جھکا دینے والا" اور "مَنَاسِكَ" کے معنی "تمام عبادت کے طریقے"، اور "توبہ" کے معنی "خدا کی طرف توجہ کرنا"۔ کیونکہ گناہ بھی خدا ہی کی توجہ سے معاف ہوتا ہے اس لیے گناہ کی معافی مانگنے کو بھی توبہ کہتے ہیں۔ لیکن جب کوئی بے گناہ توبہ کرتا ہے تو اس کا مطلب خاص توجہ، اخلاصِ عبدیت، رحمتِ خصوصی اور توجہ کی زیادتی کے ہوتے ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی توبہ کے یہی معنی ہیں۔ (فصل الخطاب)

آیت ۱۲۹: "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا" اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں کیونکہ دعا مانگنے والے حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے سوائے آنحضرتؐ کے اور کوئی نبی ہوا ہی نہیں اور حضورؐ کا ارشاد بھی ہے کہ میں ابراہیمؑ کی دعا اور عیسٰیؑ کی بشارت کا مصداق ہوں۔ (تفسیر انوار النجف جلد ۲ ـ ص ۱۴۹)

★ محققین نے نتیجہ نکالا ہے کہ (۱) نبیؑ (معاذ اللہ) صرف ڈاکیہ نہیں ہوتا بلکہ مبلغِ اعظم، معلمِ اعظم، حکمت و دانائی کی انتہا پر رہنمائے اعظم، مصلحِ اعظم ہوتا ہے۔ (۲) نیز ہدایت کے لیے کتاب کافی نہیں ہوتی۔ (معلمِ کتاب کا ہونا ضروری ہے)

www.drhasanrizvi.org

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○	(۱۳۰) اب کون ہوگا جو ابراہیمؑ کے طریقے سے نفرت کرے؟ سوا اُس کے جس نے خود کو بیوقوف بنا رکھا ہو۔ (ابراہیمؑ تو وہ شخص ہیں) جنھیں ہم نے دنیا میں اپنے کام کے لیے چُن لیا تھا اور آخرت میں تو اُن کا شمار صالحین (نیک لوگوں) میں ہوگا۔
اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○	(۱۳۱) (ابراہیمؑ کی فرماں برداری کا یہ حال تھا کہ) جب اُن کے پروردگار نے اُن سے کہا: "مسلم" ہو کر سر جھکا دو" تو اُنھوں نے فوراً عرض کیا: "میں نے مسلم ہو کر اپنا سر تمام جہانوں کے مالک کے لیے جھکا دیا"۔
وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۭ○	(۱۳۲) اور ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو بھی اسی طریقے پر چلنے کی ہدایت کی تھی اور اسی بات کی وصیت یعقوبؑ بھی اپنی اولاد کو کر گئے تھے کہ اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے تمھارے لیے یہی دین (اسلام) پسند فرمایا ہے۔ اِس لیے مرتے دم تک "مسلم" (خدا کے فرماں بردار) رہنا۔

آیت ۱۳۰: (وَمَنْ يَّرْغَبُ) اس آیت میں ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کی دعوتِ عامہ ہے کیونکہ اِس ملت میں نفوسِ انسان کا ایسا مکمل طریقہ ہے کہ جس سے اعراض کرنا کسی صاحبِ عقلِ سلیم کے لیے جائز نہیں ہے۔ اس مقام پر بنی اسرائیل کو بالخصوص متوجہ کیا گیا ہے کہ اپنے باپ کی ملت کو چھوڑ کر کس طرف جاتے ہو حالانکہ وہ مصطفےٰ (اللہ کے منتخب) اور صالحین میں بھی اُن کا شمار ہے۔ اسی طرح سرکارِ دو عالم جنابِ رسالت مآبؐ کی طرف خطاب کا رُخ موڑ کر اللہ نے تا قیامت مسلمانوں کو بھی پیغامِ ہدایت دیا ہے کہ خبردار ملتِ ابراہیمؑ کو نہ چھوڑ دینا۔ "سَفِهَ نَفْسَهٗ" یعنی ملتِ ابراہیمؑ سے اعراض کرنے والے سوائے بیوقوفوں اور اپنے نفوس کو ہلاک کرنے والوں کے اور کون ہوسکتا ہے۔ جبکہ ابراہیمؑ اور یعقوبؑ اپنے بیٹوں 'ذریت' کو اس کی وصیت بھی فرما رہے ہیں کہ اس دین کو موت تک نہ چھوڑنا۔

("تفسیر انوار النجف ج ۲ ص ۱۸۱ - ملخص")

www.drhasanrizvi.org

اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ ۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ○

(۱۳۳) کیا تم لوگ اُس وقت موجود تھے کہ جب یعقوبؑ پر موت کا وقت تھا، جب اُنھوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ اُنھوں نے جواب دیا۔ "ہم اُسی خدا کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے اور آپ کے باپ، دادا، ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ کا بھی معبود واحد اور یکتا ہے اور ہم اُسی کے مسلم (اطاعت گذار) ہیں۔

تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَكُمۡ مَّا كَسَبۡتُمۡ ۚ وَلَا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ○

(۱۳۴) یہ کچھ (عظیم) لوگ تھے جو گذر گئے۔ اُنھوں نے جو کمایا (عمل کیا) وہ اُن کے لیے ہے، اور تم جو کچھ کماؤ گے وہ تمھارے لیے ہوگا۔ اور تم سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کچھ کیا کرتے تھے۔؟

آیت ۱۳۳ : " اِلٰهَ اٰبَآئِكَ " جب حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو جمع کرکے دریافت فرمایا تھا کہ کس کی عبادت کروگے بعد میرے؟ تو اُنھوں نے عرض کیا تھا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے "آباء" ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ کے معبود کی۔ یہاں لفظ آباء سے مراد باپ، دادا اور چچا لیے گئے ہیں۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ حضرت یعقوبؑ کے دادا تھے اور حضرت اسمٰعیلؑ اُن کے چچا تھے اور حضرت اسحٰقؑ اُن کے والد تھے۔ پس قرآن کی اِس اصطلاح سے معلوم ہوا کہ باپ (اَب) کی لفظ دادا، چچا اور باپ، ہر ایک کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا مذہبِ امامیہ کا اعتقاد ہے کہ نبی و امام کے والدین کافر نہیں ہوسکتے پس جن مقامات پر حضرت ابراہیمؑ کا "اَب" "آذر" بتلایا گیا ہے جو "مشرک" اور بُت پرست تھا، اُس سے "چچا" مراد ہے اور آذر حضرتِ ابراہیمؑ کا نسب میں چچا تھا، اُنکے والد کا نام "تارخ" تھا۔ (تفسیر انوار النجف جلد ۲ صـ۱۹۲)

★ آیت ۱۳۴ : " تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ " اس آیت میں ان لوگوں کے عقیدے کی تردید ہے جو اپنے باپ، دادا کے کارناموں پر فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُن کا عمل ہمارے بخشوانے کے لیے کافی ہے۔ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمّے دار ہے۔ اور تفسیر صافی میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "ایسا نہ ہو کہ بروزِ محشر باقی لوگ اپنے اعمال کو ساتھ لائیں اور تم اپنے انساب کا سہارا لے آؤ۔" (بحوالہ انوار النجف صـ۱۹۳)

www.drhasanrizvi.org

(١٣٥) وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى
تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ
حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

اور وہ (یہودی اور نصرانی) کہتے ہیں کہ: "یہودی یا
نصرانی ہو جاؤ تو سیدھے راستے پر آجاؤ گے۔" اُن سے
کہدیجیے۔ نہیں، بلکہ ابراہیمؑ کا سیدھا سچا راستہ۔
اور (ابراہیمؑ) شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

(١٣٦) قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا
وَاُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ
وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ
اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ
لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○

کہہ دو کہ ہم تو ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اُس پر
جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا ہے، اور اُس پر، جو
ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اسباط
پر اُتارا گیا تھا، اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا گیا
تھا، اور جو دوسرے انبیاء کو اُن کے پروردگار کیطرف
سے دیا گیا تھا۔ ہم تو اُن سب کے درمیان کوئی تفریق
ہی نہیں کرتے۔ اور ہم تو اللہ کے "مسلم" (یعنی
(اطاعت گذار" تابع فرمان) ہیں۔

گذشتہ صفحے سے۔ آیت ۱۳۴: محققین نے نتائج اخذ کیے ہیں کہ (۱) بزرگانِ دین سے صرف تعلق جو بغیر اتباع کے ہو بیکار ہے (۲) انسان اچھے بُرے اعمال کا خود ذمے دار ہے۔ دونوں عمل انسان انجام دیتا ہے خدا نہیں۔ (۳) انسان کی اصل کمائی اُس کا عمل ہے، مال و دولت، اولاد یا نام و نمود نہیں۔

آیت ۱۳۵: حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ: "حنیف" میں طہارت بھی ہے اور دس باتیں بھی ہیں پانچ سر سے متعلق ہیں۔ (۱) لبیں کتروانا۔ (۲) داڑھی نہ منڈوانا (۳) بال کتروانا۔ (۴) مسواک کرنا۔ (۵) خلال کرنا۔ اور باقی پانچ جو جسم سے متعلق ہیں یہ ہیں۔ (۱) تمام جسم کے بال صاف کرنا (۲) ختنہ کرانا۔ (۳) ناخن کٹوانا (۴) غسلِ جنابت کرنا (۵) پانی سے استنجا کرنا۔ (تفسیر عیاشی)

حنیف کے معنی: (۱) جو شخص گمراہی سے منہ پھیر کر ہدایت کیطرف توجہ کرے۔ (۲) سیدھا راستہ (۳) اسلام کیطرف پوری پوری توجہ۔ (۴) یکسوئی

www.drhasanrizvi.org

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

(۱۳۷) اب اگر وہ اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو، تو وہ بھی ہدایت پا جائیں گے۔ اور اگر وہ اِس (راستے) سے منہ پھیر لیں تو لازمی طور پر وہی پھوٹ ڈالنے والے، ہٹ دھرمی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اِس صورت میں اللہ اُن کے مقابلے میں تمھاری مدد کے لیے کافی ہے۔ اور وہ تو بڑا سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ۝

(۱۳۸) (غرض) ہم تو اللہ کے رنگ پر ہیں اور اللہ سے اچھا کس کا رنگ ہوگا؟ اور ہم تو اُسی کی بندگی کرنے والے اطاعت گذار ہیں۔

قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ۝

(۱۳۹) کہہ دیجیے کہ کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہی تو ہمارا بھی پالنے والا ہے اور تمھارا بھی پالنے والا ہے ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہیں۔ بیشک ہم تو اُس کی خالص بندگی کرنے والے ہیں۔

آیت ۱۳۸ : عیسائی اپنے بچے کو بپتسمہ دیتے ہیں جو غسل ہوتا ہے زرد رنگ کے پانی سے۔ اگر اس غسل کے بغیر بچہ مرجائے تو عیسائیوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرتے کیونکہ وہ عیسائی نہیں سمجھا جاتا۔ مگر اسلام کیونکہ دینِ فطرت ہے اس لیے ہر بچہ ہمارے نزدیک مسلمان پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ خدا کا دیا ہوا رنگ ہے جس طرح رنگ کا اثر رنگی ہوئی چیز پر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت کا رنگ محبت کرنے والوں کے طرزِ عمل سے ظاہر ہوتا ہے۔ (صافی ص۴۸)

★ مطلب یہ ہے کہ عیسائیوں کی طرح کسی خاص مصنوعی رنگ میں رنگا جانا کوئی دین کی ضرورت نہیں۔ ہمیں ایسے کسی مصنوعی رنگ کی ضرورت نہیں۔ رنگ کے معنی اثرات ہیں۔ یعنی اللہ کے ماننے کے بعد جو اثرات فکر و عمل پر مرتب ہوتے ہیں وہی اللہ کا رنگ ہے۔ جو مکارمِ اخلاق یعنی کردار کی بلندی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ (صافی و بلاغی)

آیت ۱۳۹ : نَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ : حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خالص عمل وہ ہے جس سے تجھے دوسرے کی تکلیف مطلوب ہو بلکہ صرف اللہ کی رضامندی ہی مقصود خاطر ہو۔ (تفسیر انوار النجف ج۲ ص۱۸۲)

www.drhasanrizvi.org

(۱۴۰) اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ
وَ اِسۡحٰقَ وَ يَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطَ كَانُوۡا
هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى ؕ قُلۡ ءَاَنۡتُمۡ
اَعۡلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ
كَتَمَ شَهَادَةً عِنۡدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ
مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝
(۱۴۱) تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ ۚ لَهَا مَا
كَسَبَتۡ وَلَكُمۡ مَّا كَسَبۡتُمۡ ۚ وَلَا
تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ ع

(۱۴۰) (پھر) کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق،
یعقوبؑ اور اسباطِ (اولادِ یعقوبؑ) یہودی یا عیسائی
تھے؟ کہہ دیجیے کہ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟
اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس کے ذمے
اللہ کی طرف سے ایک گواہی ہو، اور وہ اُسے چھپائے؟
جبکہ اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔
(۱۴۱) وہ کچھ لوگ تھے، جو گذر چکے، اُن کے لیے وہ ہے جو
اُنھوں نے کیا اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم کروگے
تم سے اُن کے اعمال کے بارے میں کوئی سوال ہی
نہیں کیا جائے گا۔ (لہٰذا [ل])

[ل] (اُن کے بارے میں جھگڑتے رہنے سے کیا حاصل؟ تم اپنی فکر کرو اور اللہ کی گواہی دے کر اُس کی بندگی کی زندگی اختیار کرو۔ تم صرف اُن کی اولاد ہونے کی بنا پر نجات نہیں پا سکتے۔)

آیت ۱۴۰ : "سِبط" کی جمع "اَسباط" ہے۔ اس کے معنی پھیلاؤ کے ہوتے ہیں۔ لمبے بالوں کو "سبط" کہتے ہیں یعنی اسی کو "سبط الکفین" لمبے ہاتھوں والا کہتے ہیں۔ پوتے و نواسے کو بھی "سبط" کہتے ہیں کیونکہ بیٹوں کے بیٹے ہونا اولاد کا پھیلاؤ ہے اس لیے "اسباط" کے معنی پوتوں و نواسوں کے ہوتے ہیں (القرآن المبین) (سبط۔ زیادہ تر نواسے کیلیے مخصوص ہے جبطرح "حَفِیۡدٌ" پوتے کے لیے مخصوص ہے۔) (المنجد)

آیت ۱۴۱ : دوبارہ اس حقیقت کو بتایا گیا ہے کہ اسلاف کے کارناموں پر فخر کرنا اور اُن کے کردار کی بلندی کی بیساکھیوں پر خود کو بلند کرنے کی کوششیں کرنا بیکار ہے۔ تم کو تمہارے کارناموں کے مطابق اجر ملے گا۔ بقول اقبالؔ:

؎ "تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو"

(بحمداللہ پہلا پارہ مع ترجمہ و مختصر التفسیر ختم ہوا)

کاتب — جعفر زیدی ۳۶ ب